ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 23 شمارہ 05
نومبر 2025ء - جمادی الاولیٰ 1447ھ

جلد 23 شمارہ 05

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

نومبر 2025ء - جمادی الاولیٰ 1447ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ........................ 50 روپے

سالانہ.................. 500 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.............خوارج کا مسلمانوں سے قتال کرنا............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ نساء: قسط4).........................ناسمجھوں ویتیموں کے مال کی

امانت وحفاظت.. // // 7

درسِ حدیث.....................حجاج بن یوسف (قسط:4)................... // // 17

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 26

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (پینتیسواں حصہ)...................................مفتی غلام بلال 30

تذکرۂ اولیاء: ....عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور

میں نئی ریاستی اصلاحات (تیرہویں وآخری قسط).........................مولانا محمد ریحان 34

پیارے بچو!...............................محلے کے سپاہی........................ // // 36

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 14)....مفتی طلحہ مدثر 38

آپ کے دینی مسائل کا حل.........................گناہ پر اعانت اور گناہ

کے سبب کی تحقیق (قسط:4)...ادارہ 41

کیا آپ جانتے ہیں؟..."رسومِ افتاء واصولِ افتاء" پر کلام (قسط9)......مفتی محمد رضوان 48

عبرت کدہ ....حضرت حزقیل علیہ السلام (قسط1).....مولانا طارق محمود 55

طب وصحت ....ہونٹوں کے دانے، سیاہ پن

اور ہونٹوں کا سرطان..حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز........................... // // 59

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

خوارج کا مسلمانوں سے قتال کرنا

خوارج اور ان کی مذمت وبرائی کے متعلق بہت سی احادیث وروایات آئی ہیں،اور احادیث وروایات میں خوارج کے کئی ناموں اوران کے مختلف برے افعال کا ذکر آیا ہے،اور خوارج کے قرآن کی تلاوت، نماز، روزہ کا اہتمام جانفشانی سے کرنے، اوران کا حلیہ اور وضع قطع اسلامی ہونے کے باوجود،ان کو روئے زمین پر اور آسمان کے نیچے تمام مخلوقات میں بدترین مخلوق کہا گیا ہے،اور نہ صرف یہ کہ ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بلکہ ان کے قتل کرنے کو بہترین قتال،اوران کی طرف سے کسی مسلمان کے قتل کرنے پر مقتول کو بہترین شہید قرار دیا گیا ہے،اور خوارج کے مختلف زمانوں میں نکلنے اور ہر مرتبہ ان کے قتل ہوکر ختم کئے جانے،اور قیامت سے پہلے دجال کے ان خوارج میں سے ہی نکلنے کا ذکر کیا گیا ہے،اوران خوارج کی مختلف علامات،احادیث وروایات میں بیان کی گئی ہیں،جن میں ایک اہم علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے،اور کافروں، بالخصوص بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے،اوران کے مسلمانوں کے قتل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بعض گناہوں کو کفر قرار دیں گے،اوران گناہوں کے مرتکب ہونے کی وجہ سے،مسلمانوں پر کفراورارتداد کا حکم لگا کر ان سے قتال کریں گے، بلکہ وہ اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو بھی کافر کہیں گے،اوراحادیث میں نوخیز عمر کے نوجوان ہونے کی بھی نشاندہی کی گئی ہے،اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ خوارج کے مسلمانوں کے خلاف خروج اختیار کرنے کے بعد ان کی اہلُ السنۃ والجماعۃ اوران کے موقف کی طرف واپسی بہت مشکل ہے،اوراسی وجہ سے ان خوارج کی افہام وتفہیم کرنا،اوران کو راہِ راست پر لانا بھی بہت مشکل کام ہے۔

آج بھی دنیا کے مختلف حصوں اور خطوں میں اس طرح کے خوارج موجود ہیں،جن کا حلیہ اور وضع وقطع پکے مسلمانوں والی ہے،نماز،روزہ،ذکر وتلاوت وغیرہ کا بھی خوب اہتمام ہے،لیکن وہ بعض

www.idaraghufran.org

گناہوں کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، اور اسی وجہ سے وہ مسلمانوں پر طرح طرح سے حملہ آور ہوتے ہیں، کبھی تو ان کے گمان وخیال کے مطابق محض ڈاڑھی اور پگڑی، ٹوپی نہ پہننے، اور اسلامی لباس نہ پہننے، اور عورتوں کے پردہ نہ کرنے کی بنیاد پر کافر قرار دے کر ان کے خلاف باقاعدہ نوخیز ونوعمر اور کم علم افراد کو خودکش حملوں کے لئے تیار کرتے ہیں۔

جبکہ ان خوارج کی یہ اور اس جیسی تمام حرکتیں، بددینی، اور جہالت پر مبنی اور اللہ کی سخت ترین لعنت کا باعث ہیں، اسی لئے ان کو بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے۔

لیکن افسوس کہ آج کل خوارج کی حقیقت سے بہت سے اہلِ علم بھی واقف نہیں، جس کی وجہ سے آج کل خوارج، اور خارجی ذہنیت کو سمجھنا مشکل ہورہا ہے، اور اس کے نتیجہ میں معاشرہ میں درِ پردہ خارجی ذہنیت کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ہم نے اس موضوع پر مختلف مضامین اور رسائل میں کلام کیا ہے، اور اس موضوع پر ہم نے ایک رسالہ میں خوارج سے متعلق احادیث کو بھی جمع کیا ہے۔

اس وقت خوارج سے متعلق شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ کی ایک جامع عربی تحریر اور اس کے ترجمہ کو نقل کیا جارہا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

قتال الخوارج مما أمر به صلى الله عليه وسلم ولذلك اتفق على قتالهم الصحابة والأئمة .وهؤلاء الخوارج لهم أسماء يقال لهم " :الحرورية "لأنهم خرجوا بمكان يقال له حروراء، ويقال لهم أهل النهروان :لأن عليا قاتلهم هناك ومن أصنافهم "الإباضية "أتباع عبد الله بن إباض و "الأزارقة "أتباع نافع بن الأزرق و "النجدات "أصحاب نجدة الحروری .وهم أول من كفر أهل القبلة بالذنوب بل بما يرونه هم من الذنوب واستحلوا دماء أهل القبلة بذلك فكانوا كما نعتهم النبی صلى الله عليه وسلم:يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان.

وكفروا على بن أبی طالب وعثمان بن عفان ومن والاهما وقتلوا على بن أبی طالب مستحلين لقتله قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادی منهم وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين فی العبادة لكن كانوا جهالا فارقوا السنة والجماعة؛ فقال هؤلاء :ما الناس إلا مؤمن أو كافر؛ والمؤمن من فعل جميع الواجبات وترك

www.idaraghufran.org

جميع المحرمات؛ فمن لم يكن كذلك فهو كافر؛ مخلد في النار .ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلك .

فقالوا :إن عثمان وعليا ونحوهما حكموا بغير ما أنزل الله وظلموا فصاروا كفارا.ومذهب هؤلاء باطل بدلائل كثيرة من الكتاب والسنة.

فلما شاع في الأمة أمر "الخوارج "تكلمت الصحابة فيهم ورووا عن النبي صلى الله عليه وسلم الأحاديث فيهم وبينوا ما في القرآن من الرد عليهم وظهرت بدعتهم في العامة(مجموع الفتاوى،ج۷،ص ۴۸۲،و۴۸۳،كتاب الايمان الوسط)

ترجمہ: خوارج سے قتال کرنا،ان چیزوں سے ہے،جن کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے،اوراسی وجہ سے ان سے قتال کرنے پر صحابہ اور ائمہ کا اتفاق ہے، اوران خوارج کے کئی نام ہیں،ان کو’’حروریۃ‘‘ بھی کہا جاتا ہے،کیونکہ یہ(ابتداء میں)جس جگہ سے نکلے تھے،اس جگہ کو’’حروراء‘‘ کہا جاتا تھا(اس نسبت سے ان کو حروریۃ کہا جانے لگا)اوران خوارج کو’’اھلِ نھروان ‘‘ بھی کہا جاتا ہے،کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان خوارج سے اس نام کے علاقہ میں قتال کیا تھا،اوران خوارج کو’’اباضیۃ‘‘ بھی کہا جاتا ہے،کیونکہ وہ’’عبداللہ بن اباض‘‘نام کے شخص کی اتباع کرتے تھے،اوران خوارج کو’’ازراقیۃ‘‘ بھی کہا جاتا ہے،کیونکہ وہ نافع بن ازرق نام کے شخص کی اتباع کیا کرتے تھے(آج بھی بعض علاقوں اور شخصوں کی وجہ سے خوارج مختلف ناموں سے منسوب ہیں)اور یہ خوارج ہی سب سے پہلے وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اہلِ قبلہ(یعنی مسلمانوں)کو گناہوں کی وجہ سے کافر قرار دیا، بلکہ یہ خوارج جن چیزوں کو کفر خیال کرتے ہیں،وہ(کفر کے بجائے)گناہ ہیں،اور یہ خوارج،ان گناہوں کو کفر قرار دینے کی وجہ سے اہلِ قبلہ(یعنی مسلمانوں)کے خونوں کو حلال سمجھتے ہیں،پس یہ خوارج ایسے ہی ہیں،جس طرح سے ان کی صفات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ یہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے،اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اوران خوارج نے علی بن ابی طالب،اورعثمان بن عفان،اوران سے محبت وہمدردی رکھنے والوں کو کافر کہا،اورحضرت علی بن ابی طالب کو قتل کیا،اوران کے قتل کو حلال

سمجھا، علی رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے قتل کیا، جو خوارج میں سے تھا، اور یہ اور دوسرے خوارج عبادت میں بہت محنت وجد وجہد کرتے تھے، لیکن وہ جاہل تھے، جو اہل السنہ والجماعہ سے الگ ہوگئے تھے، اور یہ لوگ کہتے تھے کہ لوگ، یا تو مومن ہیں، یا کافر ہیں، اور مومن وہ ہے، جو تمام فرائض، واجبات پر عمل کرے، اور تمام حرام کاموں کو چھوڑے، اور جو ایسا نہ کرے، وہ کافر ہے، ابدی جہنمی ہے۔

پھر انہوں نے ہر ایک اس فرد کو، جو اُن کی بات کی مخالفت کرے، اسی طرح کافر کہہ دیا، اور اس کے قتل کو حلال سمجھا۔

پھر انہوں نے کہا کہ (خلفائے راشدین) حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، اور ان جیسے حضرات نے اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلے کیے، اور انہوں نے ظلم کیا، جس کی وجہ سے یہ کافر ہوگئے۔

اور ان خوارج کا مذہب باطل ہے، جس کے کتابُ اللہ، اور سنتِ رسول اللہ سے بہت سارے دلائل ہیں۔

پھر جب امت میں خوارج کا معاملہ شدت اختیار کر گیا، تو صحابہ نے خوارج کے متعلق کلام کیا، اور ان خوارج کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو روایت کیا، اور قرآن میں، جو اِن خوارج کی تردید موجود ہے، اس کو بیان کیا، اور اس طرح ان کی (نظریاتی و عملی) بدعات عامۃ الناس میں ظاہر ہوگئیں (مجموع الفتاویٰ)

آج پھر خوارج کا فتنہ مسلم معاشرہ میں پھیلتا اور بڑھتا جارہا ہے، جگہ جگہ مسلمانوں پر حملے کیے جاتے ہیں، بے دردی و بے رحمی کے ساتھ مسلمانوں کو قتل کیا جاتا ہے، جس کو قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنے اور سمجھانے کی شدید ضرورت ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فتنہ کی لپیٹ میں خواص کے متعلقین اور آل واولاد کا بڑا حصہ بھی نہ آجائے، اور اس کے بعد دنیا وآخرت کے ناقابلِ تلافی نقصان وخسارہ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے ہم سب کی اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن(سورہ نساء: قسط:04،آیت نمبر5و6) مفتی محمد رضوان

ناسمجھوں ویتیموں کے مال کی امانت وحفاظت

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ ،وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (5) وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ،فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ، وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوا ،وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ،وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ، فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ،فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ، وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا (6)(سورة النساء)

ترجمہ:اور مت دو تم ناسمجھوں کو اپنے وہ اموال، جن کو بنا دیا ہے، اللہ نے تمہارے لئے قیام کا ذریعہ، اور رزق دو تم ان (ناسمجھوں) کو ان (اموال) میں، اور پہناؤ تم ان (ناسمجھوں) کو، اور کہو تم ان کے لئے اچھی بات (5) اور آزمالو تم یتیموں کو، یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں وہ نکاح (کی عمر) کو، تو دے دو تم ان کی طرف، ان کے اموال کو، اور مت کھاؤ تم ان (اموال) کو اسراف کے طور پر اور جلدی کرتے ہوئے، اس وجہ سے کہ بڑے ہو جائیں وہ، اور جو ہے غنی، تو پس چاہیے کہ پاک رہے وہ، اور جو ہے فقیر، تو چاہیے کہ کھالے وہ اچھے طریقہ پر، پھر جب دینے لگو تم ان کی طرف ان کے اموال، تو گواہ بنالو تم ان (یتیموں) پر، اور کافی ہے، اللہ، حساب لینے والا ہونے کے اعتبار سے (6)(سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیات میں یتیموں کے مال ان کو سپرد کر دینے اور بیویوں کے مہر کو ادا کرنے کا حکم بیان کیا گیا تھا، جس سے اس طرح کی غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ یتیموں اور عورتوں کا مال بہر حال ان کے حوالہ کر دینا چاہیے، خواہ ان کو مال کی حفاظت کی قدرت واہلیت، اور صلاحیت واستعداد بھی حاصل نہ ہو، اس لئے

www.idaraghufran.org

مذکورہ آیات میں اس طرح کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اصولی ھدایات بیان فرمائی گئیں۔

چنانچہ سورہ نساء کی مذکورہ آیات میں ناسمجھ وکم فہم بچوں، اور یتیموں کے اموال کی حفاظت کرنے اور ان کے مالوں کو ضائع ہونے سے بچانے اور ان کی کھانے ، پہننے وغیرہ ضروریات وحاجات پر احتیاط کے ساتھ خرچ کرنے اور ان سے اچھی بات کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اور ضرورت مند سرپرست ونگران کو بقدرِ ضرورت استعمال کر لینے کی گنجائش دی گئی ہے، اور بڑے ہونے کے ڈر سے ان کے مال کو جلدی جلدی کھانے سے منع کیا گیا ہے، اور ناسمجھ وکم فہم بچوں اور یتیموں کو سمجھ دار وبالغ ہونے کے وقت، ان کی سمجھ داری کو آزما کر ان کے اموال، ان کے حوالہ کر دینے، اور ان کے حوالہ کرتے وقت گواہ بنا لینے کا حکم دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی مومنوں کو اللہ کی طرف سے آخرت میں حساب لینے کا بھی ذکر فرمادیا گیا ہے، تاکہ مومنوں کو ہر عمل انجام دیتے وقت ، احتیاط وحفاظت اورامانت ودیانت کے اصولوں کی پاسداری کا لحاظ کرنے کی توفیق حاصل ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :ثَلَاثَةٌ يَدْعُونَ اللَّهَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ :رَجُلٌ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ سَيِّئَةُ الْخُلُقِ فَلَمْ يُطَلِّقْهَا، وَرَجُلٌ كَانَ لَهُ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ فَلَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ آتَى سَفِيهًا مَالَهُ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُم (المستدرک للحاکم،رقم الحديث ۳۱۸۱) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی دعاء کرتے ہیں، لیکن اللہ، ان کی دعاء کو قبول نہیں فرماتا، ایک وہ آدمی، جس کی بیوی بداخلاق ہو، پھر وہ اس کو طلاق نہ دے، اور دوسرا وہ آدمی کہ اس کا دوسرے آدمی کے ذمہ مال ہو، پھر وہ اس پر گواہ نہ بنائے، اور تیسرا وہ آدمی، جو ناسمجھ وکم فہم کو اس کا مال سپرد کر دے، جبکہ اللہ عزوجل نے (سورہ نساء میں) فرمایا کہ ''وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُم'' (حاکم)

[1] قال الحاكم:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ لِتَوْقِيفِ أَصْحَابِ شُعْبَةَ هَذَا الْحَدِيثُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَإِنَّمَا أَجْمَعُوا عَلَى سَنَدِ حَدِيثِ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ:ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ وَقَدِ اتَّفَقَا جَمِيعًا عَلَى إِخْرَاجِهِ.
وقال الذهبي في التلخيص:على شرط البخاري ومسلم ولم يخرجاه

www.idaraghufran.org

اگرچہ بداخلاق عورت کو طلاق دینا، اور کسی کے اپنا مقروض ومدیون ہونے پر، اور دوسرے کا مال اس کو حوالہ کرتے وقت گواہ بنانا، فرض وواجب درجہ کا عمل نہیں، لیکن ان چیزوں کی خلاف ورزی بسا اوقات بہت سے فتنوں وفسادات کا ذریعہ بن جاتی ہے، اور انسان کو اس نہج پر پہنچا دیتی ہے کہ انسان اپنی ذرا سی کوتاہی کی وجہ سے دعاء اور نیک اعمال سے کنارہ کش اور مختلف گناہوں میں مبتلاء ہو کر دعاء کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے، جیسا کہ بطور خاص آج کے دور میں ان چیزوں کا کثرت سے مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ آج کل کتنے لوگ ایسے ہیں، جن کا دوسروں پر قرض ودین ہوتا ہے، یا وہ دوسروں کے مالی حقوق اداء کر چکے ہوتے ہیں، لیکن ان کے پاس اس کا کوئی معقول ثبوت نہیں ہوتا، جس کی بناء پر دوسرے فریق کی جانب سے زندگی بھر کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے، اور بعض اوقات وفات کے بعد بھی وارثوں کے ساتھ مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح بداخلاق عورت بھی انسان کو ناقابلِ تلافی نہج پر پہنچانے کا ذریعہ بن جایا کرتی ہے۔

چنانچہ معاویہ بن قرہ اپنے والد، قرہ بن ایاس سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ " :وَاللهِ مَا أَفَادَ رَجُلٌ فَائِدَةً بَعْدَ الْإِسْلَامِ خَيْرًا مِنِ امْرَأَةٍ حَسْنَاءَ حَسَنَةِ الْخُلُقِ وَدُودٍ وَلُودٍ، وَاللهِ مَا أَفَادَ رَجُلٌ فَائِدَةً بَعْدَ الشِّرْكِ بِاللهِ شَرًّا مِنِ امْرَأَةٍ سَيِّئَةِ الْخُلُقِ حَدِيدَةِ اللِّسَانِ، وَاللهِ إِنَّ مِنْهُنَّ لَغُلًّا،مَا يُفْدَى عَنْهُ وَغَنَمًا مَا يُحْذَى مِنْهُ (السنن الکبریٰ للبیهقی،رقم الحدیث ۱۳۴۸۰، کتاب النکاح،باب استحباب التزوج بالودود الولود)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! کوئی آدمی بھی اسلام کے بعد خوبصورت وخوب سیرت، محبت کرنے اور اولاد پیدا کرنے والی عورت سے زیادہ فائدہ اٹھانے والی کسی چیز کو نہیں پاتا۔

اور اللہ کی قسم کوئی آدمی بھی اللہ کے ساتھ شرک کے بعد بداخلاق، تیز زبان عورت سے زیادہ شر وفتنہ والی کسی چیز کو نہیں پاتا۔

اللہ کی قسم! عورتوں کی طرف سے ایسا دھوکہ ہوتا ہے، جس کی تلافی نہیں کی جاسکتی، اور

www.idaraghufran.org

ایسی دولت ونعمت بھی (اولاد وغیرہ کی شکل میں) حاصل ہوتی ہے، جس کی کسی چیز سے برابری نہیں کی جاسکتی (بیہقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو ابنِ ابی شیبہ، اور امام اصبہانی اور دیگر کئی محدثین نے تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

سورہ نساء کی مذکورہ آیت میں نابالغ بچوں ویتیموں کو نکاح کی قابلیت، یعنی بالغ ہونے سے پہلے ان کے اموال ان کے حوالہ کرنے سے جو منع کیا گیا ہے، اور مال حوالہ کرتے وقت ان کی سمجھ داری کو آزمانے اور پرکھ لینے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کے متعلق حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر وتشریح مروی ہے۔

چنانچہ علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى :(وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ) (النساء)، قَالَ " :يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى :اخْتَبِرُوا الْيَتَامَى عِنْدَ الْحُلُمِ، فَإِنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمُ الرُّشْدَ فِي حَالِهِمْ، وَالْإِصْلَاحَ فِي أَمْوَالِهِمْ، فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ (السنن الكبرىٰ للبيهقي،رقم الحديث ١١٣٢٣ ،كتاب الحجر، باب :الرشد هو الصلاح فى الدين وإصلاح المال)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول:

”وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ،فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ“

---

[1] عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ ,عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :قَالَ عُمَرُ :مَا اسْتَفَادَ رَجُلٌ ، أَوْ قَالَ عَبْدٌ بَعْدَ إِيمَانٍ بِاللَّهِ خَيْرًا مِنَ امْرَأَةٍ حَسَنَةِ الْخُلُقِ وَدُودٍ وَلُودٍ ، وَمَا اسْتَفَادَ رَجُلٌ بَعْدَ الْكُفْرِ بِاللَّهِ شَرًّا مِنَ امْرَأَةٍ سَيِّئَةِ الْخُلُقِ حَدِيدَةِ اللِّسَانِ ثُمَّ قَالَ :إِنَّ مِنْهُنَّ غُنْمًا لاَ يُحْذَى مِنْهُ وَإِنَّ مِنْهُنَّ غُلاً يُفْدَى مِنْهُ(مصنف ابنِ ابى شيبة،رقم الحديث ١٧٤٢٧)

عن يونس بن عبيد، عن معاوية بن قرة، عن أبيه قال(خطب عمر بن الخطاب -رضى الله عنه -الناس فقال :ما استفاد عبد بعد إيمان بالله من امرأة حسنة الخلق ودود ولود، وما استفاد عبد بعد كفر بالله فائدة شرا من امرأة حديدة اللسان سيئة الخلق، والله إن منهن غنما ما يحذى منه، وإن منهن لغلا لا يفدى منه) .

قوله :(ما يحذى منه) : أى ما يعطى منه لعزته، وقوله (لا يفدى منه) : أى لا يتخلص منه لشدته(الترغيب والترهيب،للأصبهانى، رقم الحديث ١٥٢٨ ،فصل فى ذكر الزوجة السوء)

www.idaraghufran.org

کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ فرمانا چاہتا ہے کہ تم یتیموں کا بالغ ہونے کے وقت امتحان لے لو، پھر اگر تم ان کی حالت سے ان کے مالوں میں رشد اور اصلاح کو پہچانو، تو ان کو ان کے اموال دے دو، اور ان کے بارے میں گواہ بنالو (بیہقی)

نکاح کی قابلیت، بالغ ہونے پر شروع ہوتی ہے، لیکن مال کی حفاظت کے لیے ''رشد'' کا پیدا ہونا بھی ضروری ہے، بعض اوقات بالغ ہونے کے باوجود بھی مال کی حفاظت اور اس کے درست استعمال کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی، اس لئے بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ مال کی حفاظت اور اس کے صحیح وغلط استعمال کی سمجھ داری کو جانچ لینے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

شریعت کی زبان میں بالغ اس کو کہا جاتا ہے، جو بچہ کی صفت سے نکل کر آدمی کی صفت میں داخل ہوجائے، اور بالغ ہونے کی بنیاد کچھ طبعی علامات اور نشانیوں پر رکھی گئی ہے، جیسا کہ سوتے، یا جاگتے ہوئے احتلام، اور منی کا اخراج ہوجانا، یا حیض آجانا، یا حمل کا ٹھہر جانا وغیرہ۔

اور اگر اس طرح کی کوئی علامت ونشانی ظاہر نہ ہو، تو پھر مخصوص عمر ہوجانے پر بالغ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

لیکن بالغ ہونے کی عمر کی آخری حد بندی میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکے کے لئے اٹھارہ سال، اور لڑکی کے لئے سترہ سال ہے، اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد، امام ابو یوسف، اور امام شافعی، اور امام احمد کے نزدیک پندرہ سال ہے، اور امام مالک کے مشہور قول کے مطابق لڑکے اور لڑکی کے لئے اٹھارہ سال ہے۔ [1]

---

[1] البلوغ عند الفقهاء :قوة تحدث للشخص، تنقله من حال الطفولة إلى حال الرجولة.
وهو يحصل بظهور علامة من علاماته الطبيعية كالاحتلام، وكالحبل والحيض فى الأنثى، فإن لم يوجد شيء من هذه العلامات كان البلوغ بالسن .وقد اختلف الفقهاء فى تقديره، فقدره أبو حنيفة بثمانى عشرة سنة للفتى، وسبع عشرة سنة للفتاة، وقدره الصاحبان والشافعي وأحمد بخمس عشرة سنة، والمشهور عند المالكية تقديره بثمانى عشرة سنة لكل من الذكر والأنثى .وفى هذه المرحلة، وهى مرحلة البلوغ، يكتمل فيها للإنسان نموه البدنى والعقلى، فتثبت له أهلية الأداء الكاملة، فيصير أهلا لأداء الواجبات وتحمل التبعات، ويطالب بأداء كافة الحقوق المالية، وغير المالية، سواء أكانت من حقوق الله أم من حقوق العباد.
وهذا كله إذا اكتمل نموه العقلى مع اكتمال نموه البدنى، أما إذا وصل إلى سن البلوغ ولم يكتمل نموه العقلى، بأن بلغ معتوها أو سفيها، فإنه تجرى عليه أحكام الصبى المميز، ويستمر ثبوت الولاية عليه، خلافا لأبى حنيفة فى السفيه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص ۱٦۰، مادة" اهلية")

اور مذکورہ آیت میں مال کی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے جو''رشد'' کی طرف پہنچنے کا حکم دیا گیا ہے،اس سے مال میں حسنِ تصرف کی اہلیت واستعداد،اوراس کی حسنِ حفاظت کی سمجھ بوجھ پیدا ہوجانا ا،اور اپنے نفع ونقصان کو سمجھنا،اوراپنے کام کوسلیقہ سے کرنا مراد ہے۔

اس طرح کی استعداد،اورسمجھ بوجھ عام طور سے بالغ ہونے پر حاصل ہوجاتی ہے۔

البتہ بعض اوقات بالغ ہونے سے کچھ پہلے،یابعد میں پیدا ہوتی ہے،جس میں بچہ کی نشو ونما اوراس کی تعلیم وتربیت اور ماحول وسوسائٹی وغیرہ جیسی چیزوں کا دخل وعمل اورفرق ہوتا ہے۔ ۱؎

اگرکسی بچہ میں بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ اس طرح کی استعداد پیدا ہوجائے،تو اس کے اموال اس کے سپرد کردیئے جائیں گے۔ ۲؎

اوراگرکسی بچہ میں بالغ ہونے سے پہلے اس طرح کی استعداد پیدا ہوجائے،اورآزمانے وتجربہ کرنے سے اس کا پتہ چل جائے،تو بھی اکثر اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس کواس کے

۱؎ الرشد فی اللغة :الصلاح وإصابة الصواب.

والرشد عند فقهاء الحنفية والمالكية والحنابلة :حسن التصرف فی المال، والقدرة علی استثماره واستغلاله استغلالا حسنا.وعند الشافعية :صلاح الدين والصلاح فی المال.

وهـذا الـرشد قد يأتی مع البلوغ، وقد يتأخر عنه قليلا أو كثيرا، تبعا لتربية الشخص واستعداده وتعقد الحياة الاجتـمـاعية وبسـاطتهـا، فـإذا بـلـغ الشخص رشيدا كملت أهليته، وارتفعت الولاية عنه وسلمت إليه أمواله بـاتفاق الفقهاء ؛ لقول الله تعالی :(وابتـلوا اليتامی حتی إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۷،ص۱۶۱،مادة'' اهلية'')

الترشيد لغة :مأخوذ من الرشد، وهو الصلاح وإصابة الصواب .ورشده القاضی ترشيدا :جعله رشيدا

والترشيد فی اصطلاح الفقهاء هو :رفع الحجر عن الصغير بعد اختباره،

وعند الحنفية والمالكية والحنابلة :يكون الرشد بالصلاح فی المال . وهو عند الشافعية :الصلاح فی الدين والمال(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۱۱،ص۱۹۳،مادة'' ترشيد'')

۲؎ ذهـب أكثـر الـفقهاء إلی أن الرشد المعتد به لتسليم المال لليتيم لا يكون إلا بعد البلوغ، فإن لم يرشد بعد بلوغه استمر الحجر عليه حتی ولو صار شيخا عند جمهور الفقهاء خلافا لأبی حنيفة .

وهـذا الـرشد قد يأتی مع البلوغ، وقد يتأخر عنه قليلا أو كثيرا، تبعا لتربية الشخص واستعداده وتعقد الحياة الاجتماعية أو بساطتها.

فـإذا بـلـغ الشخص رشيدا كملت أهليته، وارتفعت الولاية عنه وسلمت إليه أمواله باتفاق الفقهاء ؛ لقول الله تعالی :(وابتلوا اليتامی حتی إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۲،ص۲۱۴،مادة'' رشد'')

اموال کا سپرد کرنا جائز ہے۔ [1]

اور اگر کسی بچہ کے بالغ ہونے پر بھی اس طرح کی استعداد پیدا نہ ہو، لیکن وہ عاقل ہو، پاگل ومجنون نہ ہو، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس کے اموال اس کو اس وقت تک سپرد نہیں کئے جائیں گے، جب تک اس میں مذکورہ استعداد پیدا نہ ہو جائے۔

البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک پندرہ سال پورے ہونے پر بچہ کو اس کے مطالبہ پر اس کے اموال سپرد کرنے کا حکم ہو جاتا ہے، خواہ وہ بالغ ہو چکا ہو، یا بالغ نہ ہوا ہو۔ [2]

---

[1] يجوز لولى الصبى العاقل أن يدفع إليه شيئا من أمواله، ويأذن له بالتجارة للاختبار؛ لقوله تعالى :(وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم) أذن الله سبحانه وتعالى فى ابتلاء اليتامى، والابتلاء :الاختبار، وذلك بالتجارة، فكان الإذن بالابتلاء إذنا بالتجارة، وإذا اختبره :فإن آنس منه رشدا وقد بلغ دفع الباقى إليه للآية المذكورة.

وإن لم يأنس منه رشدا منعه منه إلى أن يبلغ(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ١ ،ص ١٩٣ ،مادة" ترشيد")

[2] ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لا تسلم للصغير أمواله حتى يبلغ راشدا؛ لقوله تعالى :(وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم.

وقال أبو حنيفة :الصغير إذا بلغ بالسن رشيدا وماله فى يد وصيه أو وليه فإنه يدفع إليه ماله، وإن بلغ غير رشيد لا يدفع إليه ماله حتى يبلغ خمسا وعشرين سنة، فإذا بلغ خمسا وعشرين سنة يدفع إليه ماله عند أبى حنيفة يتصرف فيه ما شاء.وذهب جمهور الفقهاء القائلين بالحجر على السفيه إلى أن الحجر عليه فى ماله لا يفک إلا بعد إيناس الرشد منه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٤٠،مادة" مال")

فإن بلغ رشيدا دفع إليه، وإن بلغ سفيها مفسدا مبذرا فإنه يمنع عنه ماله .عند المالكية والشافعية والحنابلة وأبى يوسف ومحمد ولو صار شيخا، حتى يؤنس رشده بالاختبار .لكن الحنابلة قالوا :إن الاختبار يكون بتفويض التصرفات التى يتصرف فيها أمثاله، فأولاد التجار غير أولاد الدهاقين والكبراء ، وكذا أبناء المزارعين، وأصحاب الحرف، وكل واحد مما ذكر يختبر فيما هو أهل له، والأنثى يفوض إليها ما يفوض إلى ربة البيت، فإن وجدت ضابطة لما فى يدها مستوفية من وكيلها فهى رشيدة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ١ ،ص ١٩٣ ،مادة" ترشيد")

وإذا بلغ غير رشيد وكان عاقلا كملت أهليته، وارتفعت الولاية عنه عند أبى حنيفة إلا أنه لا تسلم إليه أمواله، بل تبقى فى يد وليه أو وصيه حتى يثبت رشده بالفعل، أو يبلغ خمسا وعشرين سنة، فإذا بلغ هذه السن سلمت إليه أمواله، ولو كان مبذرا لا يحسن التصرف؛ لأن منع المال عنه كان على سبيل الاحتياط والتأديب، وليس على سبيل الحجر عليه؛ لأن أبا حنيفة لا يرى الحجر على السفيه، والإنسان بعد بلوغه هذه السن وصلاحيته لأن يكون جدا لا يكون أهلا للتأديب.

وقال المالكية والشافعية والحنابلة، وهو قول أبى يوسف ومحمد من الحنفية :إن الشخص إذا بلغ غير رشيد كملت أهليته، ولكن لا ترتفع الولاية عنه، وتبقى أمواله تحت يد وليه أو وصيه حتى يثبت رشده؛ لقوله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر کوئی بچہ بالغ تو ہوگیا، لیکن وہ عاقل نہیں، بلکہ پاگل و مجنون ہے، تو مالی معاملات میں اس کا حکم ناسمجھ و نابالغ بچہ کی طرح ہوتا ہے، جس کو اس کے اموال کا سپرد کرنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اموال کو محفوظ رکھ کر اس کی ضروریات وحاجات کو پورا کیا جاتا ہے۔ [1]

اور جہاں تک ''معتوہ'' یعنی ایسے فرد کا تعلق ہے، جس کے بعض افعال عقل والے اور بعض مجنونوں و پاگلوں والے ہوں، تو اس کا حکم سمجھ دار و نابالغ بچہ کی طرح ہے، جس کو اس کے اموال سپرد کرنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اموال کو بھی محفوظ رکھ کر اس کی ضروریات وحاجات کو پورا کیا جاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعالى :(ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التى جعل الله لكم قياما وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولا معروفا وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم فإنه منع الأولياء والأوصياء من دفع المال إلى السفهاء ، وناط دفع المال إليهم بتوافر أمرين :البلوغ والرشد، فلا يجوز أن يدفع المال إليهم بالبلوغ مع عدم الرشد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢، ص ٢١٥ ،مادة" رشد")

وإذا بلغ غير رشيد، وكان عاقلا كملت أهليته، وارتفعت الولاية عنه عند أبي حنيفة، إلا أنه لا تسلم إليه أمواله، بل تبقى في يد وليه أو وصيه حتى يثبت رشده بالفعل، أو يبلغ خمسا وعشرين سنة، فإذا بلغ هذه السن سلمت إليه أمواله، ولو كان مبذرا لا يحسن التصرف؛ لأن منع المال عنه كان على سبيل الاحتياط والتأديب، وليس على سبيل الحجر عليه؛ لأن أبا حنيفة لا يرى الحجر على السفيه، والإنسان بعد بلوغه هذه السن وصلاحيته لأن يكون جدا لا يكون أهلا للتأديب.

وقال المالكية والشافعية والحنابلة، وهو قول أبي يوسف ومحمد من الحنفية :إن الشخص إذا بلغ غير رشيد كملت أهليته، ولكن لا ترتفع الولاية عنه، وتبقى أمواله تحت يد وليه أو وصيه حتى يثبت رشده؛ لقول الله تعالى :(ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التى جعل الله لكم قياما وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولا معروفا وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم)فإنه منع الأولياء والأوصياء من دفع المال إلى السفهاء ، وناط دفع المال إليهم بتوافر أمرين :البلوغ والرشد، فلا يجوز أن يدفع المال إليهم بالبلوغ مع عدم الرشد .أما إذا بلغ الشخص رشيدا، ثم طرأ السفه عليه بعد ذلك، فسيأتى الكلام عنه فى هذا البحث، بين عوارض الأهلية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١٦١ ،مادة" اهلية")

[1] وأما المعاملات، فحكمه فيها حكم الصبي غير المميز، فلا يعتد بأقواله لانتفاء تعقله للمعاني (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١٦١ ،مادة" اهلية")

[2] العته فى اللغة :نقصان العقل من غير جنون أو دهش.

وفى الاصطلاح :آفة توجب خللا فى العقل، فيصير صاحبها مختلط الكلام، فيشبه بعض كلامه كلام العقلاء ، وبعضه كلام المجانين والمعتوه فى تصرفاته كالصبى المميز، فتثبت له أهلية الأداء القاصرة، إذ لا فرق بينه وبين الصبى كما جاء فى التلويح، إلا فى مسألة واحدة وهى :أن امرأة المعتوه إذا أسلمت لا يؤخر عرض الإسلام عليه، كما لا يؤخر عرضه على ولى المجنون بخلاف الصبى، والفرق بينهما واضح، فإن الصبا مقدر بخلاف العته والجنون(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١٦١ و ١٦٢ ،مادة" اهلية")

اور مذکورہ آیات میں ناسمجھوں کو امتحان لئے بغیر ان کے اموال ان کے حوالہ نہ کرنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ کہیں وہ اپنے اموال کو بے جا ضائع کر کے نقصان نہ اٹھائیں، جس سے ضمنی طور پر مال کی حفاظت اور اس کو بے جا اڑانے، یا بلا ضرورت خرچ کرنے کی ممانعت بھی معلوم ہوگئی۔

بقدرِ ضرورت حلال مال، ویسے بھی اللہ کی نعمت ہے، جس کو ضائع کرنا، اور بے جا اڑانا جائز نہیں، اس سے انسان کی بے شمار ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

اور موجودہ زمانہ میں مال کے ساتھ انسان کی بے شمار ایسی ضروریات وحاجات وابستہ ہوگئی ہیں، جو پہلے زمانوں میں نہیں تھیں۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيْمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيْمَ أَبْلَاهُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۴۱۷،أبواب صفة القيامة والرقائق والورع،باب فی القيامة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (رب تعالیٰ کے سامنے سے) کسی بندہ کے قدم اس وقت تک نہیں ٹلیں گے، جب تک اس سے یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کو کن چیزوں میں فنا کیا، اور اس نے اپنا علم کن کاموں میں خرچ کیا، اور اس نے مال کہاں سے کمایا اور کن چیزوں میں خرچ کیا، اور اس نے اپنے جسم کو کن چیزوں میں بوسیدہ کیا (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن خبیق سے روایت ہے کہ:

كَانَ الثَّوْرِيُّ يَقُوْلُ: اَلْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ (حلية الأولياء، لابی نعيم الاصبهانی، ج۶، ص۳۸۲)

[1] قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. وسعيد بن عبد الله بن جريج هو بصرى، وهو مولى أبي برزة، وأبو برزة اسمه نضلة بن عبيد.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری یہ فرمایا کرتے تھے کہ حلال مال، فضول خرچی کی صلاحیت نہیں رکھتا (ابونعیم)

اور رواد بن جراح سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ، يَقُولُ :كَانَ الْمَالُ فِيمَا مَضَى يُكْرَهُ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ (حلية الأولياء، لابى نعيم الاصبهانى، ج٦، ص ٣٨١)

ترجمہ: میں نے حضرت سفیان ثوری کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گذشتہ زمانوں میں مال کو ناپسند کیا جاتا تھا، لیکن آج کے دور میں یہ مومن کی ڈھال بن چکا ہے (جس سے مومن اپنی جان اور عزت وآبرو وغیرہ کی حفاظت کرتا ہے) (ابونعیم)

اور عبداللہ بن محمد باہلی سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الثَّوْرِيِّ، فَقَالَ :يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ تَمْسِكُ هَذِهِ الدَّنَانِيرَ؟ فَقَالَ :اسْكُتْ لَوْلَا هَذِهِ الدَّنَانِيرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هَؤُلَاءِ الْمُلُوكُ. قَالَ: وَقَالَ سُفْيَانُ :مَنْ كَانَ فِي يَدِهِ مِنْ هَذِهِ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ فَإِنَّهُ زَمَانٌ مَنِ احْتَاجَ كَانَ أَوَّلَ مَا يَبْذُلُ دِينُهُ (حلية الأولياء، لابى نعيم الاصبهانى، ج٦، ص ٣٨١)

ترجمہ: ایک آدمی حضرت سفیان ثوری کے پاس آیا، اور کہا کہ اے عبداللہ کیا تم ان دیناروں کو روک کر رکھتے ہو، تو سفیان ثوری نے فرمایا کہ تم خاموش ہو جاؤ، اگر یہ دینار نہ ہوں، تو ہمیں یہ بادشاہ رگڑ کر رکھ دیں گے۔

عبداللہ بن محمد باہلی کہتے ہیں کہ سفیان ثوری نے یہ بھی فرمایا کہ جس کے پاس ان (دراہم ودنانیر) میں سے کچھ موجود ہو، تو اسے چاہئے کہ اس کو قابلِ اصلاح طریقہ پر استعمال کرے، کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر کچھ حاجت پیش آ گئی، تو انسان سب سے پہلے حاجت پوری کرنے کے لئے (مال نہ ہو تو) اپنے دین ہی کو خرچ کرتا ہے (ابونعیم)

www.idaraghufran.org

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

حجاج بن یوسف (قسط:4)

اورعباد بن عوام نے، ہارون بن عنترہ سے اور انہوں نے، اپنے والد عنترہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ:

لَـمَّـا قَتَـلَ الْـحَجَّاجُ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَصَلَبَهُ مَنْكُوسًا، فَبَيْنَا هُوَ عَلَى الْمِنبَرِ، إِذْ جَـاءَ تْ أَسْـمَـاءُ، وَمَـعَهَـا أَمَةٌ تَـقُـوْدُهَا، وَقَدْ ذَهَبَ بَصَرُهَا، فَقَالَتْ: أَيْنَ أَمِيْـرُكُـمْ؟ فَذَكَرَ قِصَّةً، فَقَالَتْ: كَذَبْتَ، وَلٰـكِنِّيْ أُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا سَمِعْتُهُ مِـنْ رَّسُـوْلِ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ مِنْ ثَقِيْفٍ كَذَّابَانِ، اَلْآخِرُ مِنْهُمَا شَرٌّ مِنَ الْأَوَّلِ، وَهُوَ مُبِيْرٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۹۷۴)

ترجمہ: جب حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا، اوران کو سولی پر الٹا لٹکا دیا، حجاج منبر پر تھا، تو (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا آئیں، اوران کے ساتھ ان کی باندی تھی، جوان کو پکڑ کر لارہی تھی، کیونکہ حضرت اسماء اس وقت نابینا ہوگئی تھیں، انہوں نے کہا کہ تمہارا، امیر کہاں ہے؟ پھر راوی نے قصہ ذکر کیا، پھر حضرت اسماء نے فرمایا کہ میں تجھے ایک حدیث بیان کرتی ہوں، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف سے دو جھوٹے آدمی برآمد ہوں گے، جن میں سے دوسرا شخص، پہلے شخص سے زیادہ شر والا ہوگا، اوروہ دوسرا شخص ''مبیر'' (یعنی سفاک قاتل) بھی ہوگا (مسند احمد)

اس روایت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ثقیف میں دو کذابوں کے خروج، اوردوسرے کے پہلے سے زیادہ شریر ہونے اوراس کے مبیر بھی ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے، اوراس کی سند میں ''ہارون بن عنترہ'' نام کے راوی، اورالٹا صلیب

دینے کے الفاظ کی وجہ سے کلام، راجح معلوم نہیں ہوا۔ [1]

کیونکہ عبداللہ بن زبیر کو الٹا صلیب دینے کے واقعہ کی تو متعدد محققین نے تصریح کی ہے۔ [2]

اور ہارون بن عنترہ کو محدثین نے ثقہ کہا ہے۔ [3]

البتہ ان کے بیٹے ''عبدالملک بن ہارون'' اکثر حضرات کے نزدیک ''ضعیف'' ہیں، البتہ ابنِ حبان نے ان کو ''ثقہ'' کہا ہے، لیکن دوسری صحیح روایات، اس مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ [4]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:مرفوعه صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] ثم إن الحجاج أخذه وصلبه منكسا(الوافي بالوفيات،للصفدي،ج۱۷،ص۹۲،تحت ترجمة "عبد الله بن الزبير بن العوام")

وقتل الحجاج عبد الله بن الزبير بمكة وصلبه منكسا(المحبر،لابي جعفر البغدادي،ص۸۹،أعرق العرب في القتل)

فوافى الحجاج مكة وحاصر الحرم ونصب المنجنيق على الكعبة أياما إلى أن ظفر بعبد الله بن الزبير فقتله وذلك يوم الثلاثاء لثلاث عشرة ليلة بقيت من جمادى الأولى سنة ثلاث وسبعين وصلبه على جذع منكسا (الثقات،لابن حبان،ج۲،ص۳۱۷، باب العين،ذكر البيان بان من ذكرناهم كانوا خلفاء ومن بعدهم كانوا ملوكا)

وقتل عبد الملك بن مروان عبد الله بن الزبير سنة ثلاث وسبعين يوم الثلاثاء لعشر بقين من جمادى الاخرة وصلبه منكسا ثم انزله من الصلب(تاريخ دمشق،لابن عساكر،ج۲۸،ص۲۴۵،تحت ترجمة "عبد الله بن الزبير بن العوام" رقم الترجمة ۳۲۹۷، حرف العين)

[3] شعیب ارنؤوط نے بھی دوسری جگہ ان کی حدیث کو قوی کہا ہے۔

قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوي، هارون بن عنترة، روى له أبو داود والنسائي وابن ماجه في "التفسير"، ووثقه أحمد وابن معين والعجلي وابن سعد، وقال أبو زرعة :لا بأس به، مستقيم الحديث، وقال الدارقطني : يحتج به، وانفرد ابن حبان بوصف حديثه بالنكارة، ورده الإمام الذهبي بأن النكارة إنما أتت من الراوي عنه لا منه(حاشية مسند احمد،تحت رقم الحديث ۴۰۳۰)

[4] دس فق: هارون بن عنترة بن عبد الرحمن الشيباني ، أبو عبد الرحمن بن أبي وكيع الكوفي، والد عبد الملك ابن هارون بن عنترة.روى عن :زاذان أبي عمر، وسعيد بن جبير، وسليم بن حنظلة البكري، وعبد الله بن السائب، وعبد الله بن عيسى بن عبد الرحمن بن أبي ليلى، وعبد الرحمن بن الأسود بن يزيد النخعي (دس) ، وعمرو بن مرة، وأبيه أبي وكيع عنترة بن عبد الرحمن الشيباني (س) ، ومحارب بن دثار، وأبي جعفر محمد ابن علي بن الحسين -من طريق ضعيف، وعن شيخ من بني فزارة (فق)......

قال أبو طالب عن أحمد بن حنبل، وإسحاق بن منصور عن يحيى بن معين :ثقة وقال أبو زرعة : لا بأس به، مستقيم الحديث .وقال أبو بكر البرقاني : سألت الدراقطني عن عبد الملك بن هارون بن عنترة، فقال : متروك يكذب، وأبوه يحتج به، وجده يعتبر به، حدث عن علي . وذكره ابن حبان في كتاب "الثقات.روى له أبو داود، والنسائي، وابن ماجه في "التفسير(تهذيب الكمال في أسماء الرجال، للمزي، ج۳۰، ص۱۰۰الیٰ ۱۰۲ ملخصاً، رقم الترجمة ۶۵۲۱،باب الهاء ،من اسمه هارون)

www.idaraghufran.org

اور ہارون بن عنترہ کے والد، جن کا نام ''عنترہ بن عبدالرحمٰن'' اور کنیت ''ابو وکیع'' ہے، وہ بھی ثقہ ہیں۔ [1]

اور شیخ ناصرالدین البانی صاحب نے بھی مذکورہ احادیث کی سند کو صحیح، اور جید کہا ہے۔ [2]

اور ابنِ عساکر نے حضرت اسماء کے آزاد کردہ غلام ''عبداللہ'' سے بھی اس واقعہ کو روایت کیا ہے، جس میں مزید تفصیل ہے، اوراس کے آخر میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

" اشهد على رسول الله صلى الله عليه وسلم لسمعته يقول سيخرج من ثقيف كذابان الآخر منهما شر من الاول وهو مبير وهو انت"

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شہادت دیتی ہوں، یقیناً میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب قبیلہ ثقیف میں دو جھوٹے برآمد ہوں

[1] عنترة كالذي قبله لكن بمثناة وراء ابن عبد الرحمن الكوفي (أبو وكيع الشيباني) ثقة من الثانية وهم من زعم أن له صحبة وهو جد عبد الملك ابن هارون ابن عنترة الكوفي س(تقريب التهذيب،ص ۴۳۳، رقم الترجمة ۵۲۰۹،حرف العين)

عنترة أبو وكيع الكوفي روى عن عثمان وعلي وابن عباس روى عنه ابنه هارون بن عنترة وأبو سنان الشيباني سمعت أبي يقول ذلك، نا عبد الرحمن قال سئل أبو زرعة عن عنترة والد هارون بن عنترة فقال كوفي ثقة(الجرح والتعديل،لابنِ ابی حاتم، ج۷،ص ۳۵، رقم الترجمة ۱۸۷، باب من روى عنه العلم ممن يسمى عنترة)

[2] وأبو نوفل بن أبي عقرب اسمه :مسلم، وقيل غير ذلك، وهو ثقة من رجال البخاري أيضاً.

وقد تابعه جمع:منهم :أبو الصديق الناجي:

أن الحجاج بن يوسف دخل على أسماء بنت أبي بكر بعدما قتل ابنها عبد الله بن الزبير، فقال :إن ابنك ألحد في هذا البيت، وإن الله عز وجل أذاقه من عذاب أليم، وفعل به ما فعل، فقالت :كذبت !كان برّاً بالوالدين، صواماً قواماً، والله !لقد أخبرنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه: "سيخرج من ثقيف كذابان؛ الآخر منهما شر من الأول، وهو مبير."

أخرجه أحمد (6/351) ، وابن سعد في "الطبقات "(8/254) كلاهما بإسناد واحد صحيح.

ومنهم :عنترة بن عبد الرحمن قال :لما قتلَ الحجاجُ ابن الزبير وصلبه منكوساً، فبينا هو على المنبر؛ إذ جاءت أسماء ومعها أمةٌ تقودها؛ وقد ذهب بصرها، فقالت :أين أميركم؟ ...فذكر قصة، فقالت :كذبت، ولكني أحدثك حديثاً سمعته من رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول":يخرج من ثقيف كذابان؛ الآخر منهما أشر من الأول، وهو مبير ."أخرجه أحمد (6/352) وإسناده جيد(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ۳۵۳۸)

گے،دوسرا پہلے سے زیادہ شریر ہوگا،اور وہ (دوسرا زیادہ شریر) مبیر (سفاک قاتل) بھی ہوگا،اور وہ (کذاب زیادہ شریر اور سفاک قاتل) تو ہی ہے‘‘ ۱

یہ روایت بھی گذشتہ روایات کے مضمون کے مطابق ہے،جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ثقیف میں دو کذابوں کے خروج،اور دوسرے کے پہلے سے زیادہ شریر ہونے اور اس کے مبیر بھی ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اس روایت میں حضرت اسماء سے،اس دوسرے شخص کے ’’حجاج بن یوسف ثقفی‘‘ کے مراد ہونے کی بھی تصریح ہے۔

اور نعیم بن حماد نے سہیل بن ذکوان کی سند سے،حضرت اسماء کی حدیث میں ثقیف قبیلہ میں تین کذابوں کا برآمد ہونا،روایت کیا ہے،جن میں تیسرا شخص،طویل قد،طویل ذیل اور اترانے والا ہونا،مذکور ہے۔ ۲

---

۱ قال وأنا محمد بن عمر حدثني نافع بن ثابت عن عبد الله مولى اسماء قال لما قتل عبد الله عبد الله خرجت إليه امه حتى وقفت عليه وهي على دابة فاقبل الحجاج في اصحابه فسأل عنها فاخبر بها فاقبل حتى وقف عليها فقال كيف رايت نصر الله الحق واظهره قالت وبما اديل الباطل على الحق وانك بين فرثها والجية قال ان ابنك ألحد في هذا البيت وقال الله "ومن يرد فيه بإلحاد بظلم نذقه من عذاب اليم وقد اذاقه الله ذلك العذاب الاليم قطع السبيل قالت كذبت كان اول مولود ولد في الاسلام بالمدينة وسر به رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وحنكه بيده فكبر المسلمون يومئذ حتى ارتجت المدينة فرحا به وقد فرحت انت واصحابك بمقتله فمن كان فرح يومئذ به خيرا منك ومن اصحابك وكان مع ذلك برا بالوالدين صواما قواما بكتاب الله عز وجل معظما لحرم الله يبغض ان يعصى الله اشهد على رسول الله (صلى الله عليه وسلم) لسمعته يقول سيخرج من ثقيف كذابان الآخر منهما شر من الاول وهو مبير وهو انت فانكسر الحجاج وانصرف وبلغ ذلك عبد الملك فكتب إليه يلومه في مخاطبته اسماء وقال ما لك ولابنة الرجل الصالح (تاريخ دمشق،لابنِ عساكر،ج۲۸،ص۲۲۸،تحت ترجمة"عبد الله بن الزبير بن العوام" رقم الترجمة ۳۲۹۷،حرف العين)

۲ حدثنا يزيد بن هارون، عن سهيل بن ذكوان، قال: لما قتل الحجاج ابن الزبير دخل على أسماء ابنة أبي بكر، فقالت: ما فعل ابن الزبير؟ قال: قتله الله، قالت: أما والله لقد قتلته صواما قواما، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " يخرج من ثقيف ثلاثة: الكذاب والذيال، والمبير، فأما الكذاب فقد مضى، وأما المبير فأنت المبير، وقالت: وأما الذيال فما رأيناه بعد، قال: فمر ابن عمر رضي الله عنه بابن الزبير مصلوبا فقال: قد أفلحت أمة أنت شرها(الفتن،لنعيم بن حماد، ص۱۳۴، ۱۳۵،رقم الحديث ۳۳۰،باب آخر من ملك بني أمية)

www.idaraghufran.org

لیکن اس کی سند میں ''سہیل بن ذکوان'' راوی، پر جرح کی گئی ہے، اور اس کو ''کذاب'' کہا گیا ہے، جس سے اس حدیث کی سند کا کمزور ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ [1]

گذشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض احادیث وروایات کی رو سے ''حجاج بن یوسف'' کا ''کذاب اور مبیر'' دونوں صفات کا حامل ہونا ثابت ہے، اور اس کا ''مختار ثقفی'' سے زیادہ شریر اور زیادہ شدید ہونا بھی ثابت ہے۔

پس بعض حضرات کی طرف سے ''حجاج بن یوسف'' سے متعلق مذکورہ منصوص تصریحات کو نظر انداز کرنا، اور دوسری روایات کی بنیاد پر ''مختار ثقفی'' کے ''کذاب'' ہونے پر زور دینا، اور حجاج سے اس صفت کی نفی سمجھنا، اور ''مختار ثقفی'' کو ''حجاج بن یوسف'' سے زیادہ شریر سمجھنا، راجح نہ کہلائے گا۔

البتہ روایتوں کے الفاظ میں جزوی فرق سے سند کمزور نہیں کہلاتی، جب تک مقصود پر اتفاق ہو، بعض اوقات دو الگ الگ واقعات کی وجہ سے بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

اگر بعض روایات میں ''مبیر'' سے فرق کرنے کے لئے دوسرے کو کذاب کہہ دیا گیا، اور دوسری روایات میں دونوں کو کذاب کہہ کر دوسرے کی اصل صفت کو ممتاز کرنے کے لئے ''مبیر'' کہہ دیا گیا، تو اس میں تعارض نہیں سمجھنا چاہیے۔

اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا کا شمار مہاجر صحابیات میں ہوتا ہے، انہوں نے سب سے آخر

---

[1] سهيل بن ذكوان، أبو السندى المكى .عن عائشة، وابن الزبير .وعنه هشيم، ومروان بن معاوية، ويزيد بن هارون، وغيرهم .قال إبراهيم بن عبد الله الهروى: سمعت عباد بن العوام يرميه ببلاء .قال الهروى: كان بواسط، وكان كذاباً .وقال يحيى بن معين: كذاب .والنسائى والدارقطنى تركاه .ومما نقم عليه: رأيت عائشة وكانت سوداء مشربة حمرة(تاريخ الإسلام للذهبى، ج٣، ص ٨٨٩، تحت رقم الترجمة ٢٠٤، الطبقة الخامسة العشرة، تراجم أهل هذه الطبقة على الحروف)

أبو السندى، سهيل بن ذكوان مكى .عن عائشة، وابن الزبير .وعنه هشيم، ومروان بن معاوية، ويزيد بن هارون .كذبه يحيى بن معين، وتركه غيره، وهو الذى زعم أن عائشة كانت سوداء، فكذب بمثل هذا(تاريخ الإسلام للذهبى، ج٣، ص ١٠٢١، تحت رقم الترجمة ٥٠٨، الطبقة الخامسة العشرة، تراجم أهل هذه الطبقة على الحروف)

www.idaraghufran.org

میں ہجرت کی۔ ؎۱

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہ واقعہ، مکہ مکرمہ میں تہتر ہجری، ماہِ جمادی الاولیٰ میں پیر کے دن پیش آیا، اس وقت عبداللہ بن زبیر کی عمر بہتر (72) سال کی تھی، اور اس کے چند دن بعد ہی ان کی والدہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا۔ ؎۲

اور اگلے سال، یعنی چوہتر (74) ہجری میں مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بھی چوراسی (84) سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔ ؎۳

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب بھی حجاج کی طرف سے زہر آلود نیزہ کا مارنا تھا۔ ؎۴

معلوم ہوا کہ بعض احادیث میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ثقیف میں دو کذابوں، اور ایک کے

؎۱ ع: أسـمـاء بنت أبی بکر الصدیق أم عبد الله ذات النطاقین، آخر المهاجرین والمهاجرات وفاة، وأمها قتیلة بـنـت عبـد الـعزى العامرية(تاريخ الإسلام للذهبى، ج۲،ص ۷۸۵، تحت ترجمة''أسماء بنت أبى بكر الصديق" رقم الترجمة ۱،الطبقة الثامنة،حرف الالف)

؎۲ سـنة ثـلاث وسبعين:فيها قتل عبد الله بن الزبير بن العوام بمكة يوم الثلاثاء لتسع عشرة ليلة خلت من جـمـادى الأولـى وهو ابن اثنتين وسبعين سنة وفيها ماتت أسماء ابنة أبى بكر الصديق بعد ابنها بليال.قال أبو نعيم وعمرو مات ابن عمر سنة ثلاث وسبعين وفيها بويع عبد الملك بن مروان بالحرمين فى جمادى الأولى وفيها مات بشر بن مروان بالبصرة(تاريخ مولد العلماء ووفياتهم،ج ۱،ص ۱۹۱ و ۱۹۲،سنة ثلاث وسبعين)

؎۳ سـنة أربـع وسبـعين:قالوا فيها مات رافع بن خديج بن رافع ويكنى أبا عبد الله توفى بالمدينة وهو ابن سـت وثمانين .وفيها مات أبو سعيد الخدرى سعد بن مالک بن سنان.وفيها مات سلمة بن الأكوع الأسلمى ويـكـنـى أبـا إياس مات بالمدينة وهو ابن ثمانين سنة .وفيها مات عبد الله بن عمر بن الخطاب ويكنى أبا عبد الـرحـمـن بـمـكة ودفـن بـفـخ وهـو ابـن أربـع وثـمـانين سنة وهذا أثبت (تاريخ مولد العلماء ووفياتهم،لابى سليمان،الربعى،ج ۱،ص ۱۹۳، ۱۹۴، سنة أربع وسبعين)

؎۴ عـن سعيد بن جبير قال: كـنـت مـع ابـن عمر حين أصابه سنان الرمح فى أخمص قدمه، فـلـزقـت قـدمـه بـالـركـاب، فـنزلت فنزعتها، وذلک بمنى، فبلغ الحجاج، فجعل يعوده، فقال الـحجاج: لـو نـعلـم من أصابک؟ فقال ابن عمر: أنـت أصبتنى، قال: وكيف؟ قال: حـملت الـسـلاح فـى يـوم لـم يـكـن يـحـمـل فيـه، وأدخـلـت الـسـلاح الـحـرم ولم يكن السلاح يدخل الحرم(صحيح البخارى،رقم الحديث ۹۶۶)

حـدثنا أحمد بن يعقوب قال: حـدثـنـى إسحاق بن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص، عن أبيه قال: دخـل الـحـجـاج عـلـى ابـن عمر وأنا عنده فقال: كيف هـو؟ فقال: صـالـح، فقال: من أصابک؟ قال: أصابنى من أمر بحمل السلاح فى يوم لا يحل فيه حمله، يعنى الحجاج(صحيح البخارى،رقم الحديث ۹۶۷)

مبیر ہونے کی بھی خبر دی ہے، اور ایک کو ''مبیر'' بھی فرمایا ہے، جس سے مراد سفاکانہ طریقہ پر صفایا اور ہلاک کرنے والا ہونا ہے، اور اسی جہت سے اس کو پہلے کے مقابلہ میں زیادہ شر والا کہا گیا ہے۔

ابو یعلیٰ موصلی نے عبداللہ بن زبیر کی سند سے ایک حدیث کو روایت کیا ہے، جس میں پہلے تو قیامت سے پہلے تیس کذاب پیدا ہونے کا ذکر ہے، اس کے بعد ان میں مسیلمہ، عنسی، اور مختار کا ذکر ہے، اور پھر تمام عربی قبائل میں بنو امیہ، اور بنو حنیفہ، اور ثقیف قبیلوں کے شریر ترین ہونے کا ذکر ہے۔ [1]

لیکن اس کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ [2]

جبکہ بعض حضرات نے اس حدیث کو منکر، یا شدید منکر قرار دیا ہے۔ [3]

اور حافظ ذہبی نے فرمایا کہ اس حدیث میں تیس کذابوں کے بعد کا مضمون غالب یہ ہے کہ راوی کی طرف سے ہے۔

اس لئے مذکورہ حدیث کے مضمون پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] حدثنا عثمان بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن الحسن الأسدي، حدثنا شريك، عن أبي إسحاق، عن عبد الله بن الزبير قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون كذابا :منهم مسيلمة، والعنسي، والمختار، وشر قبائل العرب بنو أمية، وبنو حنيفة، وثقيف (مسند ابی یعلٰی ،رقم الحديث ٦٨٢٠،سند عبد الله بن الزبير رحمه الله)

[2] قال حسين سليم أسد الداراني:إسناده ضعيف(حاشية مسند ابی یعلٰی)

وقال الهيثمي:رواه أبو يعلى، وفيه محمد بن الحسن بن زبالة، وهو ضعيف(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٦٧٣٥،باب فيمن ذم من القبائل وأهل البدع)

[3] قال ابن الجوزي:هذا حديث منكر لم يروه عن شريك إلا الأسدي قال يحيى بن معين ليس بشيء.وقد روى الربيع بن بدر عن راشد ابي محمد عن قتادة عن بجالة العنبري عن عمران بن حصين قال قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبغض هؤلاء الأحياء بني امية وبني ثقيف وبني حنيفة وهذا حديث منكر ايضا قال يحيى الربيع ليس بشيء وقال النسائي متروك الحديث وروى محمد بن ابي يعقوب عن ابي النصر الهلالي عن بجالة نحوه . قال ابو حاتم الرازي ابن ابي يعقوب مجهول (العلل المتناهية في الأحاديث الواهية، ج١،ص٢٩٣، تحت رقم الحديث ٤٧٢، كتاب الفضائل والمثالب،حديث في ذم بني امية وبني حنيفة وثقيف)

وقال الذهبي:محمد بن الحسن بن التل الأسدي الكوفي .عن فطر بن خليفة، والثوري .وعنه ابنه عمر، وابنا أبي شيبة، وآخرون.قال أبو حاتم: شيخ.وروى عباس، عن يحيى: ليس بشء.وقال أبو داود: صالح، يكتب حديثه .وقال الفسوي: ضعيف.عثمان بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن الحسن الأسدي، حدثنا شريك، عن أبي إسحاق، عن عبد الله بن الزبير، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون كذابا .منهم مسيلمة، والعنسي، والمختار، وشر قبائل العرب بنو أمية وبنو حنيفة وثقيف(ميزان الاعتدال في نقد الرجال،ج٣،ص٥١٢، تحت رقم الترجمة ٧٣٤٢،حرف العين)

www.idaraghufran.org

اسی طرح مسند احمد میں ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ مبغوض قبیلے’’ ثقیف اور بنوحنیفہ‘‘ تھے‘‘ [1]

لیکن اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے، اور اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ [2]

پس جن حضرات نے مذکورہ حدیث کی سند پر اعتبار کرتے ہوئے’’مختار ثقفی‘‘ کو’’مسیلمہ وعنسی‘‘ کی طرح کا حکم دے دیا، اور دوسری روایات میں حجاج کے کذاب ہونے، اور ثقیف قبیلہ کے شریر ومبغوض ترین ہونے، اور حجاج کی طرف سے خلیفہ کے حکم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دینے کی باتوں کو جوڑ کر اس حکم میں حجاج کو بھی شامل کرلیا، تو یہ راجح نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [3]

اولاً تو معتبر ومرفوع احادیث میں’’ حجاج ثقفی‘‘ اور’’ مختار ثقفی‘‘ کے نام کی تصریح کے ساتھ کذاب ہونے کا اس طرح ذکر نہیں ملتا، جس طرح معتبر مرفوع احادیث میں’’اسود عنسی ومسیلمہ‘‘ کے نام کی تصریح ملتی ہے۔ [4]

---

[1] حدثنا حجاج، أخبرنا شعبة، عن أبي حمزة جارهم، قال: سمعت حميد بن هلال يحدث عن عبد الله بن مطرف، عن أبي برزة، قال: كان أبغض الناس – أو أبغض الأحياء – إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثقيف وبنو حنيفة(مسند احمد،رقم الحديث١٩٧٧٥)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف، لجهالة حال أبي حمزة جار شعبة -هو عبد الرحمن ابن عبد الله المازني . حجاج :هو ابن محمد المِصّيصي الأعور .وأخرجه الحاكم 4/480- 481 من طريق عبد الله بن أحمد، عن أحمد ابن حنبل، بهذا الإسناد .وزاد فيه :بني أمية، وصححه !وأخرجه أبو يعلى (7421) من طريق حجاج بن محمد المِصَّيصي، به.

وزاد فيه أيضاً :بني أمية.وفي الباب عن عمران بن حصين عند الترمذي (3943) ، والطبراني في "الكبير /18 "(572) وإسناداهما ضعيفان .وفي بعض مطبوعات "سنن الترمذي :"مات النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهو يُكرم ...، وهو تحريف، والصواب :وهو يكره.وعن أبي الزبير عند أبي يعلى ضمن حديث (6820) . وإسناده ضعيف.

ولا يصح في هذا الباب شيء (حاشية مسند احمد)

[3] قلت :من عند قوله :منهم مسيلمة -لعله من قول الراوي(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج٣، ص ٥١٣، تحت رقم الترجمة ٤٣٧٢،حرف العين)

[4] عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قدم مسيلمة الكذاب على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجعل يقول: إن جعل لي محمد من بعده تبعته، وقدمها في بشر كثير من قومه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دوسرے جمہور صحابہ وتابعین کا ''حجاج ثقفی'' اور ''مختار ثقفی'' کے متعلق ''اسود عنسی ومسیلمہ'' کی طرح ذکر نہیں ملتا، بلکہ ''حجاج اور مختار'' کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔ (جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فأقبل إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه ثابت بن قيس بن شماس، وفي يد رسول الله صلى الله عليه وسلم قطعة جريد، حتى وقف على مسيلمة في أصحابه، فقال: لو سألتني هذه القطعة ما أعطيتكها، ولن تعدو أمر الله فيك، ولئن أدبرت ليعقرنك الله، وإني لأراك الذي أريت فيه ما رأيت، وهذا ثابت يجيبك عني، ثم انصرف عنه.
قال ابن عباس: فسألت عن قول رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنك أرى الذي أريت فيه ما رأيت، فأخبرني أبو هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: بينا أنا نائم، رأيت في يدي سوارين من ذهب، فأهمني شأنهما، فأوحي إلي في المنام: أن انفخهما، فنفختهما فطارا، فأولتهما كذابين يخرجان بعدي، أحدهما العنسي، والآخر مسيلمة(صحيح البخاري،رقم الحديث ۴۳۷۳، كتاب المغازي)
عن أبي وائل، قال: قال عبد الله، حيث قتل ابن النواحة: إن هذا وابن أثال، كانا أتيا النبي صلى الله عليه وسلم، رسولين لمسيلمة الكذاب، فقال لهما رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أتشهدان أني رسول الله؟ "قالا: نشهد أن مسيلمة رسول الله!! فقال: " لو كنت قاتلا رسولا، لضربت أعناقكما ."قال: فجرت سنة أن لا يقتل الرسول، فأما ابن أثال، فكفاناه الله، عزوجل، وأما هذا، فلم يزل ذلك فيه، حتى أمكن الله منه الآن(مسند احمد،رقم الحديث ۳۷۰۸)
قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد اول)

قیامت سے پہلے اور اس کے قریب واقع ہونے والی علامات اور فتنوں کے متعلق، قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات اور ہدایات، قیامت کی بعیدی، قریبی اور متوسط علامات پر مفصل ومدلل کلام، معتبر وغیر معتبر احادیث وروایات کی نشاندہی اور فتنوں سے حفاظت کی تحقیق
قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

قربِ قیامت وفتنوں کا ظہور (جلد دوم)

قیامت سے پہلے اور اس کے قریب واقع ہونے والی علامات اور فتنوں کے متعلق قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تفصیلات وتشریحات وہدایات، قیامت کی بعیدی، قریبی اور متوسط علامات پر مفصل ومدلل کلام، معتبر وغیر معتبر احادیث وروایات کی نشاندہی اور فتنوں سے حفاظت کی تحقیق
قربِ قیامت وفتنوں سے متعلق مفصل ومدلل کتاب

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

علی ومعاویہ کے اختلاف میں حق کے زیادہ قریب جماعت

(15-صفرالمظفر-1447ھ)

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں برحق صحابی ہیں، اور ان دونوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت زیادہ ہے، اور حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا تھا، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حق کے زیادہ قریب تھا، جس کی بعض احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے کہ:

أَمَا إِنَّهُ سَتَمْرُقُ مَارِقَةٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَرْجِعَ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يُحْسِنُوْنَ الْقَوْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيُقَاتِلْهُمْ، فَمَنْ قَتَلَهُمْ فَلَهُ أَفْضَلُ الْأَجْرِ، وَمَنْ قَتَلُوْهُ فَلَهُ أَفْضَلُ الشَّهَادَةِ، هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ، بَرِیءَ اللّٰهُ مِنْهُمْ، يَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (المستدرک للحاكم، رقم الحديث ٢٦٥٩، كتاب قتال أهل البغي وهو آخر الجهاد) [1]

ترجمہ: یاد رکھو کہ بے شک دین سے نکلنے والا (ایک گروہ) نکلے گا، یہ لوگ دین سے اس

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح، ولم يخرجاه بهذه السياقة، وعبد الملك بن أبي نضرة من أعز البصريين حديثا، ولا أعلم أني علوت له في حديث غير هذا "

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

طرح نکل جائیں گے، جس طریقہ سے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، پھر یہ لوگ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تیر واپس اپنی جگہ لوٹ کر نہ آ جائے (یعنی ان کا دین کے صحیح موقف کی طرف لوٹ کر آنا، اسی طرح ناممکن ہوگا، جس طرح تیر کے چلنے کے بعد اپنی جگہ واپس آنا ممکن نہیں ہوتا) یہ لوگ قرآن کو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی باتیں (بظاہر) اچھی ہوں گی، اور فعل (یعنی عمل) بُرا ہوگا، پس جو شخص ان کو پالے، تو اسے چاہئے کہ ان سے قتال کرے، اور جو شخص ان کو قتل کرے گا، تو اس کو افضل ترین اجر حاصل ہوگا، اور جس کو یہ لوگ قتل کریں گے، تو اس کو افضل شہادت حاصل ہوگی، یہ لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے، اللہ ان سے بری ہے، ان کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی (حاکم)

اس طرح کی احادیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے، جن میں حق کے زیادہ قریب والی جماعت کے خوارج کو قتل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ خوارج کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے بجائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی ایک خارجی نے ہی قتل کر کے شہید کیا۔

علامہ ابنِ تیمیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

ثبت عن النبی صلى الله عليه وسلم فی الصحيحين من حديث أبی سعيد الخدری أنه قال " :(تمرق مارقة على حين فرقة من الناس فتقتلهم أولى الطائفتين بالحق وفی لفظ فتقتلهم أدناهم إلى الحق)

فهذا الحديث الصحيح دليل على أن كلتا الطائفتين المقتتلتين -علی وأصحابه ومعاوية وأصحابه -على حق وأن عليا وأصحابه كانوا أقرب إلى الحق من معاوية وأصحابه .فإن علی بن أبی طالب هو الذی قاتل المارقين وهم "الخوارج الحرورية ،الذين كانوا من شيعة علی ثم خرجوا عليه وكفروه وكفروا من والاه ونصبوا له العداوة وقاتلوه ومن معه .وهم الذين أخبر عنهم النبی صلى الله عليه وسلم فی الأحاديث الصحيحة المستفيضة؛ بل المتواترة حيث قال فيهم ": (يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم وقراء ته مع قراء تهم يقرء

www.idaraghufran.org

ون القرآن لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية أينما لقيتموهم فاقتلوهم فإن في قتلهم أجرا عند الله يوم القيامة (مجموع الفتاویٰ، ج۴، ص۴۶۷و۴۶۸، مفصل اعتقاد السلف)

ترجمہ: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”نکلنے والے (یعنی خوارج) نکلیں گے، لوگوں میں فرقت (واختلاف) کے وقت، پھر ان کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی“ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ ”ان (خوارج) کو ان میں حق کے زیادہ قریب والے لوگ قتل کریں گے“

پس یہ صحیح حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں قتال کرنے والی جماعتیں، یعنی حضرت علی اور ان کے ساتھی، اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی، حق پر ہیں، لیکن حضرت علی اور ان کے ساتھی، معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں حق کے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے ہی مارقین، یعنی خوارج، حروریہ کو قتل کیا، جو پہلے حضرت علی سے محبت کرنے والے تھے، پھر انہوں نے ان کے خلاف خروج کیا، اور ان کو کافر کہا، اور جو لوگ حضرت علی سے محبت رکھتے ہیں، ان کو بھی کافر کہا، اور انہوں نے حضرت علی سے بھی عداوت قائم کی، اور حضرت علی، اور ان کے ساتھیوں سے قتال بھی کیا، اور یہی خوارج وہ لوگ ہیں، جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح، مستفیض، بلکہ متواتر احادیث میں یہ فرما کر خبر دی ہے کہ تم میں سے کوئی ان کی نماز کے ساتھ، اپنی نماز کو، اور ان کے روزہ کے ساتھ، اپنے روزہ کو، اور ان کی قرائت کے ساتھ اپنی قرائت کو حقیر سمجھے گا، وہ قرآن کی قرائت کریں گے، لیکن قرآن، ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر، کمان سے نکل جاتا ہے، تم ان سے جہاں ملاقات کرو، تو ان کو قتل کردو، کیونکہ ان کے قتل میں اللہ کے نزدیک قیامت کے دن اجر حاصل ہوگا (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:

www.idaraghufran.org

ولـم يتـول أحـد مـن الملوك خيرا من معاوية فهو خير ملوك الإسلام، وسيرته خيـر مـن سيـرة سـائـر الـمـلوك بعده، وعلى آخر الخلفاء الراشدين الذين هم ولايتهـم خـلافة نبـوة ورحمة، وكل من الخلفاء الأربعة رضى الله عنهم يشهد له بأنه من أفضل أولياء الله المتقين، بـل هؤلاء الأربعة أفضل خلق الله بعد النبيين (مـنهـاج السـنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۷، ص ۴۵۳، فصل الطرق التى يعلم بها كذب المنقول)

ترجمہ:اور(اس امت میں)ملوکوں(وبادشاہوں)میں سے کوئی بھی معاویہ سے بہتر حکمران نہیں ہوا،پس وہ اسلامی ملوکوں(وبادشاہوں)میں سب سے بہتر ہیں،اوران کی سیرت آپ کے بعد(آنے والے)تمام ملوکوں(وبادشاہوں)کی سیرت سے بہتر ہے،اورحضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سب سے آخری خلیفۂ راشد ہیں،جن کی حکومت''خلافتِ نبوت ورحمت''ہے(اورخلفائے راشدین کی حکومت کی فضیلت حضرت معاویہ کی بادشاہت سے بہتر ہے)اورچاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہرایک کے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ شہادت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے افضل متقی اولیاءاللہ ہیں،بلکہ چاروں خلفائے راشدین،نبیوں کے بعد مخلوق میں سب سے افضل ہیں(منہاج السنہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ،اوران کی حکومت وخلافت کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ،اوران کی حکومت سے افضل ہونے کے باوجود،حضرت معاویہ،یاکسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کی تحقیر جائز نہیں،کیونکہ صحابیت کا شرف ومقام بہت بلند ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

وهـذه الخاصية لا تثبت لأحد غير الصحابة؛ ولو كانت أعمالهم أكثر من أعمال الواحد من أصحابه صلى الله عليه وسلم(مجموع الفتاوىٰ، ج۴، ص ۴۶۵، مفصل اعتقاد السلف)

ترجمہ:اوریہ(صحابی)کی خصوصیت کسی غیرصحابی کے لئے ثابت نہیں،اگرچہ دوسروں کے اعمال،نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک صحابی سے زیادہ کیوں نہ ہوں(مجموع الفتاوی)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار　(امت کے علماء وفقہاء: قسط57)　مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (پینتیسواں حصہ)

تعارف:

گزشتہ اقساط میں فقہ مالکی کا مختصر تعارف ومنہج، امام مالک رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات، شیوخ و اساتذہ اور چند کبار تلامذہ واصحاب کا ذکر کیا گیا، جن کا تعلق دوسری یا تیسری صدی ہجری سے تھا۔

جس کے بعد اُن مالکی اصحاب کا ذکر کیا گیا، جن کا تعلق چوتھی صدی ہجری کے بعد سے موجودہ زمانہ تک ہے، جو کہ جدید دور کے علماء واصحاب کہلاتے ہیں، یا جنہوں نے فقہ مالکی کو جدید خطوط پر استوار کرتے ہوئے، دیگر ممالک تک اس مسلک ومنہج کی نشرواشاعت کی، ان اصحاب کا تعلق لگ بھگ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔

جن میں سے مشہور مالکی امام ''ابنِ عبدالبر قرطبی'' (متوفی:463ہجری) اوران کے بعد کے دیگر علماء جیسا کہ ''علامہ ابنِ رشد قرطبی، قاضی عیاض مالکی، شیخ ابو الولید الباجی، ابوبکر ابن العربی، قاضی ابو بکر باقلانی، ابو الحسن اللخمی، ابنِ دقیق العید، ابو اسحاق الشاطبی، ابن فرحون مالکی، علامۃ ابن خلدون'' اور ''شیخ تقی الدین الفاسی'' جیسے جلیل القدر علماء وفقہاء کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے، ذیل میں اسی صدی ہجری کی ایک اور علمی شخصیت ''شیخ خلیل بن اسحاق مالکی (مختصر خلیل کے مصنف) کا ذکر کیا جاتا ہے، جو کہ متاخرین مالکیہ میں ایک جلیل القدر عالم وفقیہ کا مرتبہ رکھتے ہیں۔

مالکی فقہ میں ان کی تالیف کردہ ''المختصر'' متون کا درجہ رکھتی ہے، جس پر متعدد شروحات اور حواشی لکھے گئے۔

(18)...... خلیل بن اسحاق مالکی (مختصر خلیل)

شیخ خلیل جن کا پورا نام ''خلیل بن اسحاق، ضیاء الدین، الجندی، المالکی'' ہے، مالکی

www.idaraghufran.org

فقہ کے عظیم محدث، فقیہ اور قاہرہ (مصر) کے جلیل القدر علماء ومفتیوں میں سے تھے، جامع ازہر، قاہرہ (مصر) کے مدرس تھے، عوام اور خواص سب ہی ان کی جلالتِ علم کے معترف تھے، جبکہ معاصرین اور علمی حلقوں میں رشک کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، مالکی فقہ میں آج بھی ''شیخ خلیل'' اور ''سیدی خلیل'' کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔

تقریباً 706ہجری میں مصر میں پیدا ہوئے، اچھے اخلاق کے مالک، دین داری، فضل، زہد اور دنیا سے کنارہ کشی میں ممتاز تھے، اہلِ علم ان کے فضل ودیانت پر متفق دکھائی دیتے ہیں، علم وتحقیق کا ایک بڑا حصہ (حظِ وافر) سموئے ہوئے تھے، ذہین، گہری بصیرت وتجربہ رکھنے والے اور علمی بحث میں مضبوط بنیاد رکھنے والے تھے۔ عربی، حدیث، فقہ، اور فرائض (وراثت کے علم) سمیت کئی علوم میں ماہر تھے، فقہ مالکی میں بڑے فاضل اور صحیح منقولات کے حامل تھے، مصر کے بزرگ علماء وفقہاء سے علم وعمل حاصل کیا، اور بہت سے فقہاء وفضلاء نے ان سے تعلیم حاصل کی، اور پھر ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے امام پیدا ہوئے۔

چنانچہ علامہ ابن فرحون مالکی، شیخ خلیل سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ان کے نیت ومقاصد نہایت خوبصورت وپاکیزہ تھے، انہوں نے مکہ میں کچھ عرصہ قیام بھی کیا، اور حج بھی ادا کیا، اور میں نے خود ان سے قاہرہ میں ملاقات کی، اور ان کے درسِ حدیث، فقہ اور عربی میں شرکت کی (الدیباج المذھب، ج ۱، ص ۳۵۸،حرف الخاء، خلیل بن اسحاق الجندی)

علمی کام

شیخ خلیل نے مختلف علوم وفنون میں چھوٹی بڑی کتب تصانیف کیں، علم وعمل کو جمع کیا، اور علم پھیلانے میں لگے رہے، جس سے اللہ نے مسلمانوں کو بہت نفع دیا۔

چنانچہ فقہ میں آپ نے ''ابنِ حاجب مالکی'' (متوفی:646ھ) کی مشہور کتاب ''جامع الأمھات'' جس کو (مختصر ابن حاجب بھی کہا جاتا ہے) پر ایک عمدہ شرح لکھی، جسے اللہ نے قبولیتِ عامہ عطاء فرمائی، اور علماء وطلباء اس کے حصول اور مطالعے میں مشغول رہے، جس کا نام شیخ خلیل نے ''التوضیح'' رکھا، جو کہ ''شرح مختصر ابن حاجب'' کے نام سے بھی معروف اور

www.idaraghufran.org

بآسانی دستیاب ہے۔[1]

اسی طرح شیخ خلیل نے مالکی فقہ سے متعلق ایک مختصر تصنیف کی، جس میں انہوں نے صرف مشہور اقوال کو ذکر کیا، اور اختلافات سے صرف نظر کیا، اور بے شمار فقہی فروع کو نہایت جامع اختصار کے ساتھ جمع کیا، شیخ خلیل کی اس کتاب کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی، پڑھا اور پڑھایا گیا، یہی کتاب بعد میں ''مختصر خلیل'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

چنانچہ ''مختصر خلیل'' مالکی فقہ کی سب سے مشہور اور معتبر کتاب ہے، یہ کتاب مالکی فقہ کا مرکزی نصاب سمجھی جاتی ہے، اور متأخرین کے نزدیک نہایت ہی معتمد و مستند کتاب ہے، اور اسی لیے علمائے مالکی کے ہاں اس کو بڑا قبول اور اعتناء حاصل ہوا ہے، طالبینِ علوم نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا، فقہ مالکی میں یہ کتاب وہ مقام رکھتی ہے، جو فقہ حنفی میں ''الہدایہ''، یا فقہ شافعی میں ''منہاج الطالبین'' کو حاصل ہے، کتاب کی زبان مختصر مگر جامع ہے، اسی لیے اس پر بے شمار شروحات و حواشی لکھے گئے۔

چنانچہ فقہ مالکی کی چار بنیادی شروحات:

شرح مختصر خلیل للخرشي (محمد بن عبدالله الخرشي، م: ١١٠١ هـ)

الشرح الكبير على مختصر خليل (احمد بن محمد الدردير، م: ١٢٠١ هـ)

حاشية الدسوقي (محمد بن احمد الدسوقي، م: ١٢٣٠ هـ)

حاشية العدوي (على الصعيدي العدوي، م: ١١٨٩ هـ)

مختصر خلیل کی شروحات و حواشی ہی ہیں۔

اس کے علاوہ ''مختصر خلیل'' کی اور بھی کئی شروحات لکھی گئیں، جو کہ مذکورہ شروحات کی طرح ہی مشہور و معروف اور بآسانی دستیاب ہیں، جن میں:

مواهب الجليل في شرح مختصر خليل (ابو عبد اللّٰه محمد، الحطاب المكي، م: ٩٥٤ هـ)

شرح الزرقاني على مختصر خليل (عبد الباقي الزرقاني، م: ١٠٩٩ هـ)

---

[1] جامع الأمهات (المختصر في الفقه المالكي): مالکی فقہ کا ایک مختصر مگر جامع خلاصہ، جس کا استخراج ابنِ حاجب نے مالکی فقہ کی لگ بھگ 60 کتابوں سے کیا، اور پھر اس کا نام ''جامع الأمهات'' رکھا، یہ کتاب فقہ مالکی میں ایک نہایت جامع کتاب ہے، لگ بھگ 375 صفحات پر مشتمل ہے، اور مطبوعہ شکل میں تا حال موجود ہے۔

www.idaraghufran.org

التاج والإکلیل لمختصر خلیل (محمد بن یوسف الغرناطی، م:۸۹۷ھـ)

شفاء الغلیل فی حل مقفل خلیل (ابو عبد الله محمد بن احمد العثمانی، م: ۹۱۹ھـ)

یہ تمام شروحات آج بھی پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں، اور مالکی مدارس و جامعات میں نصاب کا حصہ ہیں۔

چنانچہ شیخ خلیل کی وجہِ شہرت ان کی مذکورہ کتاب ''**المختصر**'' ہی ہے، جس کے بعد ان کی فقہی آراء نے مالکی مذہب میں فیصلہ کن حیثیت اختیار کر لی، اور مالکی قوانین کی بنیاد رکھی، خاص طور پر مغربی ممالک جیسے مراکش، تیونس، الجزائر، لیبیا اور مصر وغیرہ میں، اور ان ممالک میں آج بھی اکثر فتاویٰ ''مختصر خلیل'' اور اس کی شروحات سے ہی لیے جاتے ہیں، جبکہ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمہ بھی کیے جا چکے ہیں۔

اس کے علاوہ کچھ اور علمی کام بھی ہیں: مناسک (حج کے احکام) پر ایک رسالہ، مدوّنہ کی شرح (جو مکمل نہ ہو سکی، کتاب الزکاۃ کے آخر تک ہی پہنچی) ''**ألفية ابن مالک**'' (فی النحو) پر ایک شرح، اور متفرق علمی فوائد پر تعلیقات۔

وفات:

شیخ خلیل بن اسحاق مالکی کی وفات 749ہجری (بمطابق 1348ء) میں طاعون کی وبا کے دوران قاہرہ (مصر) میں ہوئی، ان ایام میں مصر و شام میں ایک شدید طاعون پھیلا ہوا تھا، جس میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد وفات پا گئی تھی۔ [1]

---

[1] خليل بن إسحاق الجندى: كان – رحمه الله – صدراً فى علماء القاهرة المعزية مجمعاً على فضله وديانته أستاذاً ممتعاً من أهل التحقيق ثاقب الذهن أصيل البحث مشاركاً فى فنون من العربية والحديث والفرائض فاضلاً فى مذهب مالک صحيح النقل تخرج بين يديه جماعة من الفقهاء الفضلاء وتفقه بالإمام العالم العامل أبى محمد: عبد الله المنوفى: أخذ عن شيوخ مصر علماً وعملاً وتخرج بالشيخ عبد الله أئمة فضلاء .توفى – رحمه الله – فى سنة تسع وأربعين وسبعمائة بالطاعون ....ألف شرح جامع الأمهات لابن الحاجب شرحاً حسناً وضع الله عليه القبول وعكف الناس على تحصيله ومطالعته وسماه: التوضيح وألف مختصراً فى المذهب قصد فيه إلى بيان المشهور مجرداً عن الخلاف وجمع فيه فروعاً كثيرة جداً مع الإيجاز البليغ وأقبل عليه الطلبة ودرسوه (الديباج المذهب، ج ا ، ص۳۵۸،حرف الخاء، خليل بن اسحاق الجندى)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 107) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات

(تیرہویں وآخری قسط)

حضرت عمرؓ کی ریاستی اصلاحات کے معاشرتی اثرات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اسلامی تاریخ کا ایک روشن اور سنہری باب ہے۔ آپؓ نے جس حکمت، بصیرت اور عدل کے ساتھ حکومت کی بنیادیں مضبوط کیں، وہ صرف عرب کی سرزمین تک محدود نہ رہیں بلکہ وہ ایک نئے عالمی تمدن کی داغ بیل ڈال گئیں۔ آپؓ نے خلافت کو محض اقتدار کا نظام نہیں سمجھا بلکہ اسے امانت اور خدمتِ خلق کا فریضہ جانا۔ یہی احساسِ ذمہ داری آپؓ کے دور کی تمام اصلاحات کا مرکز تھا، جس نے معاشرتی زندگی کے ہر گوشے کو منور کر دیا۔

سب سے پہلا اور نمایاں اثر عدل و مساوات کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے نظامِ حکومت نے طبقاتی امتیازات کو مٹا کر عدل کو اجتماعی زندگی کی روح بنا دیا۔ قاضیوں کو انتظامیہ سے الگ کر کے عدلیہ کو آزاد کیا گیا تاکہ انصاف کسی دباؤ یا اثر کے بغیر ہو۔ یہ اصول صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ غیر مسلم رعایا کے لیے بھی یکساں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رعایا کو پہلی بار ایک ایسے نظامِ عدل کا تجربہ ہوا جہاں امیر و غریب، عرب و عجم سب ایک صف میں کھڑے نظر آتے تھے۔ معاشرہ انصاف کی خوشبو سے معطر ہوا اور عوام میں قانون پر اعتماد کی فضا پیدا ہوئی۔

اسی طرح اقتصادی اصلاحات نے معاشی عدل کو جنم دیا۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال کو فلاحی ادارے کی شکل دی، جہاں سے غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کی جاتی تھی۔ وظائف اور تنخواہوں کے منصفانہ نظام نے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو روکا۔ نتیجتاً معاشرے میں غربت کا تناسب کم ہوا، اور لوگوں کے دلوں میں حکومت کے لیے اعتماد پیدا ہوا۔ زکوٰۃ، خراج اور جزیہ کے منظّم نظام نے ریاست کی مالی حالت مستحکم کی، جس کا اثر یہ ہوا کہ ریاست کے وسائل عوامی بھلائی میں صرف

www.idaraghufran.org

ہونے لگے، نہ کہ شخصی جیبیں بھریں۔

حضرت عمرؓ کی انتظامی و عمرانی اصلاحات نے شہری زندگی میں نظم وضبط پیدا کیا۔صوبوں، اضلاع اور محکموں کی تقسیم سے ریاست ایک منظّم وحدت میں ڈھل گئی۔سڑکوں، پلوں اور نہروں کی تعمیر سے تجارت کو فروغ ملا، اور عوامی نقل وحرکت آسان ہوئی۔ بازاروں میں محتسب مقرر کر کے تجارت میں دیانت داری کو رواج دیا گیا۔اس طرح معاشی زندگی میں شفافیت آئی، اور لوگوں میں اجتماعی امانت داری کا شعور بیدار ہوا۔

یہ وہ دور تھا جب حاکم خود راتوں کو گشت کرتا، رعایا کے دکھ درد میں شریک ہوتا، اور ریاست کے ہر فرد کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلاتا۔ایک اور نمایاں اثر فلاحی ریاست کے تصور کی صورت میں ظاہر ہوا۔حضرت عمرؓ نے حکومت کو عوام کی خدمت کا وسیلہ بنایا۔قحط کے ایام میں زکوٰۃ کی وصولی کو عارضی طور معطل کر دینا، بیت المال کھول دینا، اور خود اپنے لیے کھانے پینے میں سختی اختیار کرنا اس بات کی علامت تھی کہ آپؓ کے نزدیک ریاست کا مقصد اقتدار نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت تھا۔اس طرزِ حکومت نے عوام میں اطمینان، اعتماد اور اتحاد کی فضا قائم کی۔لوگ اپنے خلیفہ کو محض حکمران نہیں بلکہ باپ کی طرح مشفق محسوس کرنے لگے۔

فوجی اور دفاعی اصلاحات نے نہ صرف اسلامی سلطنت کی سرحدوں کو وسعت دی بلکہ معاشرے میں نظم وضبط، قربانی اور ذمہ داری کے جذبات کو فروغ دیا۔فوجی چھاؤنیوں اور دیوان الجند کے قیام سے ایک منظّم عسکری نظام وجود میں آیا، جس نے مسلمانوں کو تحفظ کا احساس دیا۔عوام جانتے تھے کہ ان کی سرحدوں کی حفاظت ایک منظّم اور تربیت یافتہ فوج کے سپرد ہے، جو تقویٰ اور وفاداری کے جذبے سے سرشار ہے۔بالآخر، حضرت عمرؓ کی تمام اصلاحات نے مل کر ایک ایسے تمدنی و اخلاقی معاشرے کو جنم دیا جس کی بنیاد عدل، امانت، شفافیت، مساوات اور خدمتِ خلق پر تھی۔آپؓ نے سیاست کو عبادت کا درجہ دیا اور حکمرانی کو اخلاقی ذمہ داری کے قالب میں ڈھالا۔ان کی اصلاحات کے اثرات صدیوں تک اسلامی تہذیب کے خمیر میں رچے بسے رہے۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی جب کوئی مثالی اسلامی ریاست کا تصور کرتا ہے تو اس کے پس منظر میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا دور ہی روشن مینار کی طرح نظر آتا ہے۔

www.idaraghufran.org

پیارے بچو!　　　　مولانا محمد ریحان

محلے کے سپاہی

پیارے بچو! ایک پرانا شہر تھا، اس پرانے شہر کے ایک محلے میں پانچ دوست رہتے تھے زید، حارث، سمیع، فہد اور بلال۔ سب کی عمریں بارہ سے چودہ سال کے درمیان تھیں۔ دن بھر ایک ساتھ کھیلتے، دوڑتے، کبھی کرکٹ، کبھی فٹ بال۔ مگر ان کی دوستی میں ایک خامی تھی کہ وہ محلے کے کچھ کمزور یا غریب بچوں کو اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے تھے۔ ان کے نزدیک دوستی صرف اُن سے تھی جو اچھا کھیلتے یا صاف کپڑے پہنتے تھے۔

ایک دن اسکول سے واپسی پر وہ سب گلی میں فٹ بال کھیل رہے تھے کہ ایک دبلا سا لڑکا عارف آہستہ سے قریب آیا۔ اس کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے اور کپڑے دھول سے اٹے ہوئے تھے۔ اس نے مسکرا کر کہا:

"کیا میں بھی کھیل سکتا ہوں؟"

زید نے تیز لہجے میں جواب دیا:

"نہیں، گیند گندی ہو جائے گی۔ جاؤ، کہیں اور جا کر کھیلو!"

عارف کے چہرے پر مسکراہٹ جم سی گئی۔ وہ خاموشی سے ایک کونے میں جا بیٹھا۔ کچھ دن بعد محلے میں اسکولوں کے درمیان فٹ بال ٹورنامنٹ ہونے والا تھا۔ زید اور اس کے دوستوں نے پریکٹس شروع کی۔ مگر اگلے ہی دن اُن کی گیند گم ہو گئی۔ سارا محلّہ چھان مارا، مگر گیند نہیں ملی۔ وہ مایوس ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک عارف وہی گیند ہاتھ میں لیے آیا۔ اس نے کہا:

"یہ گیند میں نے نالے کے کنارے سے نکالی ہے۔"

زید شرمندہ سا ہو گیا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا:

"شکریہ، عارف۔"

عارف نے مسکرا کر کہا "اگر اجازت دو تو میں بھی پریکٹس میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" حارث نے

کچھ سوچا، پھر بولا ”ٹھیک ہے، آج سے تم بھی ہمارے ساتھ ہو۔“

اب عارف روزانہ ان کے ساتھ کھیلنے لگا۔ جلد ہی سب کو احساس ہوا کہ عارف نہ صرف ایک اچھا کھلاڑی ہے بلکہ ایک اچھا انسان بھی ہے۔ وہ دوسروں کو کھیلنا سکھاتا، پانی لاتا، چھوٹے بچوں کو گراتا نہیں بلکہ اُنہیں سنبھالتا۔ اس کی نرمی نے باقی دوستوں کے دل بدل دیے۔ رفتہ رفتہ سب کے رویے میں نرمی آنے لگی۔ وہ اب محلے کے دوسرے بچوں کو بھی کھیل میں شامل کرنے لگے۔

ٹورنامنٹ کا دن آیا۔ مقابلہ سخت تھا۔ دوسرے اسکول کی ٹیم بہت مضبوط تھی۔ آخری منٹ میں زید زخمی ہو گیا۔ ٹیم پریشان تھی کہ اب کیا کریں۔ عارف نے آگے بڑھ کر کہا ”مجھے موقع دو!“ سب نے اسے میدان میں بھیجا۔ عارف نے اپنی تیزی اور سمجھداری سے نہ صرف گیند بچائی بلکہ آخری لمحے میں فیصلہ کن گول کر کے ٹیم کو جیت دلا دی۔ ساری ٹیم خوشی سے جھوم اٹھی، اور سب نے عارف کو کندھوں پر اٹھا لیا۔

اس دن کے بعد زید، حارث، سمیع، فہد اور بلال کو احساس ہوا کہ انسان کی قدر اس کے لباس یا حیثیت سے نہیں، بلکہ اس کے اخلاق اور نیت سے ہوتی ہے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب کبھی کسی کو حقیر نہیں سمجھیں گے۔ اب وہ محلے کے سب بچوں کو اپنے ساتھ کھیلنے بلاتے، جو کمزور ہوتا اس کی مدد کرتے، اور جو اداس ہوتا اسے ہنساتے۔ رفتہ رفتہ پورے محلے کا ماحول بدل گیا۔ جہاں پہلے چھوٹے بڑے جھگڑتے تھے، اب سب ایک دوسرے کی مدد کرنے لگے۔

اگر کسی کے گھر پانی بند ہو جاتا تو دوسرے گھر والے بالٹی بھر دیتے، اگر کسی کی چیز کھو جاتی تو سب مل کر ڈھونڈتے۔ لوگ کہتے، یہ محلّہ واقعی بھائی چارے والا محلّہ بن گیا ہے۔

ایک دن استاد صاحب نے اسکول میں اعلان کیا، اس سال بہترین معاشرتی رویے کا انعام ہمارے محلے کے بچوں کو دیا جا رہا ہے، جنہوں نے تعاون، محبت، اور بھائی چارے کی مثال قائم کی۔

بچے حیران رہ گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ اصل کامیابی ٹرافی نہیں، بلکہ وہ دل ہیں جو محبت سے جیتے جاتے ہیں۔ اس روز زید نے آسمان کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا، ہم سب واقعی محلے کے سپاہی ہیں نفرت کے خلاف، خودغرضی کے خلاف، اور اچھے رویے کے حق میں ہم سب محلے کے سپاہی ہیں۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط96) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:14)

معزز خواتین! چہرے کی خوبصورتی اور میک اپ کو ہر دور میں اہمیت دی گئی ہے، خوبصورتی انسان کی فطری خواہش ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے پرکشش، صاف ستھرا اور خوبصورت نظر آئے، چہرے کی آرائش وزیبائش ہر دور میں انسان کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔

قدیم زمانے سے لے کر آج کے جدید دور تک، عورتوں نے اپنے چہرے کی خوبصورتی بڑھانے کے لیے مختلف طریقے اپنائے ہیں۔ اگرچہ ان طریقوں اور استعمال ہونے والی چیزوں میں زمانے، علاقے اور تہذیب کے لحاظ سے فرق رہا، مگر مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا، خوبصورتی اور دلکشی پیدا کرنا۔

میک اپ، تشدّد اور انتہاء پسندی کے درمیان

ہمارے یہاں شدت پسندی اور انتہاء پسندی ایسی وبا بن چکی ہے، کہ جس میں دوسرے فریق کو ذرا سی اسپیس (space) دینے کے لیے ہم تیار نہیں ہوتے، سیاست دیکھ لیں، خاندان دیکھ لیں، کاروبار دیکھ لیں، مذہب دیکھ لیں، ہر جگہ یہ عالم ہے، ہر بندے اور جماعت کا دعویٰ یہ ہے، کہ میں مکمل صحیح اور دوسرا مکمل غلط ہے، بیچ کی کوئی راہ نہیں ہے، یعنی ایسا ہونا محال اور ناممکن سمجھا جاتا ہے، کہ دونوں فریق مکمل صحیح ہوں، یا دونوں آدھے صحیح ہوں، یا دونوں تھوڑے تھوڑے غلط ہوں، مکمل غلط نہ ہوں، ایسا ہونا ممکن بھی ہے، اور زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن ہم اس کے لیے راضی نہیں ہوتے، اور خدائی قسم کا اختیار چاہتے ہیں۔

جبکہ تک اس سوچ میں بدلاؤ نہیں آئے گا، منفی سے مثبت کی طرف رخ نہیں کیا جائے گا، اس سخت اور ہٹ دھرمی کی کیفیت میں نرمی پیدا نہیں ہوگی، ہمارے حالات درست نہیں ہوں گے، ہم نے سیاست کے ساتھ ساتھ یہی حال مذہب اور اسلام کا کر کے رکھ دیا ہے، ہر بندہ اپنی رائے مسلط کرنا چاہتا ہے، ہر فرقہ خود کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح اللہ کا مقرب ترین بندہ اور دوسرے کو

منافقین کی صف میں کھڑا کرنے پر تُلا ہوا ہے۔

سو میک اپ کا مسئلہ بھی کچھ مختلف نہیں ہے، ایک سخت اور متشدّد دینی طبقہ ایسا بھی ہے، جو انگلش کی اصلاح یا الفاظ سنتے ساتھ ہی ناجائز، حرام، مکروہ، ناپسندیدہ جیسا حکم لگانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے، معلوم نہیں انگریزوں سے نفرت ہے یا انگریزی سے، کسی صورت کی حقیقت کے بجائے، ان کا سارا زور الفاظ اور زبان کے گرد گھومتا رہتا ہے، جبکہ اس کے بالکل مخالف مادر پدر آزاد گروپ ہے، ان کا کعبہ وقبلہ فیشن ہے، جو فیشین اِن (in) ہے، وہی درست ہے، وہ اسلام کو موڑ کر فیشین کو درست کرنے کی کوشش کریں گے، گنجائش نہ بھی ہو، تب بھی اسلام کو موڑنا یا چھوڑنا گوارا کریں گے، فیشین سے ناطہ نہیں توڑیں گے، ایسی صورت میں ایک مسلمان خاتون کو چاہیے، کہ وہ موجودہ دور کی ہر چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی قریبی صورت سے موازنہ کر کے دیکھ لے، تاکہ اس کو درست راہنمائی مل جائے، اس کی لیے سیرت پڑھنی پڑے گی، یا احادیث کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔

نبوی دور کا میک اپ

جو یہ سمجھتا یا کہتا ہے، کہ اس دور میں میک اپ نہیں تھا، خواتین فیشین کے طور پر کچھ استعمال نہیں کرتی تھیں، تو یہ سراسر لاعلمی یا غلط فہمی پر مبنی بات ہے، حقیقت یہ ہے، کہ اس دور میں میک اپ تھا، فیشین بھی تھا، لیکن اس دور اور علاقے اور رواج کے حساب سے تھا، ضروری نہیں، کہ آج کل کی ہر ہر شکل آپ کو ان کی زندگی میں مل جائے، ہاں کسی نہ کسی درجہ میں مل سکتی ہے، یا کوئی قریبی شکل بہر حال دستیاب ہوسکتی ہے، اس بات کو مزید آسانی سے سمجھیں، ہم سب کی دادیاں، نانیاں ہوتی ہیں، وہ اپنے وقت کے فیشین کو استعمال بھی کرتی تھی، اور میک اپ بھی کرتی تھیں، اگرچہ آج ان کو لگتا ہے ، کہ وہ وقت سادگی کا تھا، لیکن جو کچھ بھی تھا وہی اس دور کا فیشین تھا، ممکن ہے، پچاس سال بعد ہمیں آج کا فیشین سادگی لگے، کبھی کسی اٹھارہ، بیس سال کی لڑکی کو دادی نانی کی شادی کی، یا کسی تقریب کی، یا کلر ٹی وی کے ابتدائی زمانے کی (جب ٹی وی بلیک اینڈ وائیٹ سے کلر میں شفٹ ہورہا تھا)، کوئی تصویر دکھائیں، آپ یقین مانیں، اس کی ہنسی چھوٹ جائے گی، کہ یہ کیسا میک اپ

ہے؟ لیکن کیا اس کی وجہ یہ ہے، کہ اس دور میں میک اپ ہوتا نہیں تھا، اور صرف پانی سے منہ دھو کر خواتین تقریب میں چلی جاتی تھیں؟ یا اداکارائیں، ٹی وی پر آ جاتی تھیں؟ نہیں بالکل نہیں، اس دور میں سب کچھ تھا، لیکن اس دور کے حساب سے تھا، جو لوگ آج چالیس اور پچاس کی دہائی میں ہیں، ان کو خواتین کے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی، تبت سنو کریم (tibat snow) یا نیویا (navea) کی نیلی ڈبی یاد ہوگی، تو کیا یہ فیشن نہیں تھا، آج آپ اس کو سادگی کہیں گے، لیکن اس دور میں وہ پورا میک اپ ہی تھا، یہ تو چالیس پچاس سال پہلے آپ کے علاقے کی بات ہے، سو ایسا کیسے ممکن ہوسکتا ہے، کہ چودہ سو سال پہلے عرب معاشرے میں، جن کی عادات، رہن سہن، طور طریقے ہم سے مختلف ہیں، وہ سب صورتیں مل جائیں، جو آج فیشن کے طور پر رائج ہیں، ایسا ممکن نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں میک اپ یا فیشن کے طور پر کچھ چیزیں رائج تھیں، جن کا واضح طور پر احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے، فیشن کا تعلق ہر چیز سے ہوتا ہے، لیکن اگر ہم صرف چہرے کی حد تک بات کو محدود رکھیں، تو اس دور میں، عورتیں آنکھوں کی خوبصورتی کے لیے سرمہ لگاتی تھیں، ابرو (eyebrow) کی خوبصورتی کے لیے بال نوچ کر قوس نما بناتی تھیں، جلد میں کسی آلہ وغیرہ کی مدد سے مستقل طور پر سیاہی یا کوئی مواد بھرواتی تھیں، جس سے اس حصہ کا رنگ باقی جلد سے مختلف ہوجاتا تھا، اور یہ وقتی نہیں ہوتا تھا، مستقل طور پر تبدیل ہوجاتا تھا، جس کو اردو میں جسم گودنا کہتے ہیں، جیسے آج کل ٹیٹو بنوائے جاتے ہیں، چہرے کے مختلف حصوں سے (ابرو کے علاوہ) بال ختم کرتی تھیں، دانتوں کی خوبصورتی کے لیے ان کو باریک کرواتی تھیں، چہرے پر کشش اور خوشبو کے لیے ایک مخلوط (mixture) لگاتی تھیں، جس کو ''صفرة'' کہتے تھے، اسی طرح صحابہ کے زمانہ میں عورتیں، ہونٹوں کا رنگ بدلنے کے لیے اس میں اثمد بھرواتی تھی، یہ اور اس طرح کی دیگر چیزیں اس دور میں بھی رائج تھیں، جس پر ان شاء اللہ تفصیلی بحث ہوگی، احادیث سے میری مراد یہ نہیں ہے، کہ یہ سب جائز ہیں، مطلب یہ ہے، کہ ان سب چیزوں کا احادیث میں ذکر ہے، بعض چیزوں سے منع کیا گیا، اور بعض کی اجازت دی گئی ہے۔ (جاری ہے............)

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

گناہ پراعانت اور گناہ کے سبب کی تحقیق (قسط:4)

آج کل گناہ پراعانت اور گناہ کے سبب کا مسئلہ، اہلِ علم اوران کے واسطہ سے،عوام میں زیرِ بحث آتا ہے،اور اس پرموجودہ دور میں مختلف مسائل کومتفرع کیا جاتا ہے،اوراس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی اصل حقیقت کی افہام وتفہیم میں چند علمی تسامحات کی اتباع کی جاتی ہے۔

اس موضوع پر مفتی محمد رضوان صاحب نے اپنی ایک مفصل علمی وتحقیقی تالیف کے ضمن میں بحث کی ہے،اس تالیف کے مخصوص حصہ کوذیل میں قسط وارشائع کیا جارہا ہے(......ادارہ......)

علامہ حصکفی نے''الدرُ المختار ''میں''النهرُ الفائق ''کےحوالہ سے''كتابُ الجهاد ''میں، اس بات کاذکرکیا ہے کہ جس چیز کی عین کے ساتھ گناہ قائم ہو،جیسا کہ اسلحہ کودشمنوں کے ہاتھوں فروخت کرنا،تواس کی بیع مکروہ تحریمی ہے،ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔ [1]

اوراس کی شرح میں علامہ ابنِ عابدین شامی نے''ردُ المختار ''میں''النهرُ الفائق'' کی اس عبارت کونقل کیا ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ:

''جس چیز کی عین کے ساتھ گناہ قائم نہ ہو،لیکن معلوم ہوکہ دوسرا فریق اس کوگناہ کے کام میں استعمال کرے گا،جیسا کہ معلوم ہوکہ لوہے کوخریدنے والا دشمن،اس سے اسلحہ بنا کر ہمارے خلاف استعمال کرے گا،یا شیرہ سے شراب بنائے گا،تو یہ سب صورتیں حرام،یا مکروہ تحریمی تونہیں،البتہ مکروہ تنزیہی ہیں،کیونکہ اس میں شک نہیں کہ یہ گناہ میں اعانت کرنے والانہیں،لیکن گناہ کی اعانت میں سبب بننے والا ہے'' [2]

---

[1] (ويكره) تحريما (بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم) لأنه إعانة على المعصية (وبيع ما يتخذ منه كالحديد) ونحوه يكره لأهل الحرب (لا) لأهل البغى لعدم تفرغهم لعمله سلاحا لقرب زوالهم، بخلاف أهل الحرب زيلعي .قلت :وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها نهر (الدرالمختار،كتاب الجهاد،باب البغاة)

[2] (قوله :نهر) عبارته :وعرف بهذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب الذى يتخذ منه العازف، وما فى بيوع الخانية من أنه يكره بيع الأمرد من فاسق يعلم أنه يعصى به مشكل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’کنزُ الدقائق ‘‘ کی شرح ’’النهرُ الفائق ‘‘ میں یہ عبارت مذکور ہے۔ ؎1

اس کے علاوہ علامہ حصکفی نے ’’الدر المختار ‘‘ کی ’’کتابُ الحظر والاباحة ‘‘ میں بھی ’’النهر الفائق ‘‘ کے اس موقف کا اعادہ کیا ہے۔ ؎2

جس کے بعد اس موقع پر علامہ ابنِ عابدین شامی نے اس کی شرح میں ’’النهرُ الفائق ‘‘ کی مذکورہ عبارت کو نقل کر کے، اس سے اختلاف کیا ہے، اور فرمایا کہ جس چیز کی عین کے ساتھ گناہ قائم نہ ہو، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی بیع، حرام، یا مکروہ تحریمی نہیں ہے، اور جنہوں نے حرام، یا مکروہ تحریمی کہا ہے، اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کرنا درست نہیں، بلکہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے ہی نہیں، صاحبین کا قول ہے (اور علامہ قاضی زادہ اس کی توجیہ میں فرما چکے کہ حرمت، یا کراہت تحریمی کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ والذی جزم به فی الحظر والإباحة أنه لا یکره بیع جاریة ممن یأتیها فی دبرها أو بیع الغلام من لوطی وهو الموفق لما مر. وعندی أن ما فی الخانیة محمول علی کراهة التنزیه والمنفی هو کراهة التحریم، وعلی هذا فیکره فی الکل تنزیها، وهو الذی إلیه تطمئن النفس؛ لأنه تسبب فی الإعانة، ولم أر من تعرض لهذا، والله تعالی الموفق اهـ (رد المحتار، ج۴، ص۲۶۸، کتاب الجهاد، باب البغاة)

؎1 (وکره بیع السلاح من أهل الفتنة) کالبغاة وقطاع الطریق واللصوص لأنه إعانة علی المعصیة، قید بالسلاح لأن بیع ما یقاتل به إلا بصنعة تحدث فیه لا یکره بخلاف أهل الحرب.

قال الشارح: والفرق فیما یظهر أن أهل البغی یتفرغون لاستعماله سلاحا لأن فسادهم علی شرف الزوال بالتوبة أو بتفریق جمعهم بخلاف أهل الحرب، وعرف بهذا أنه لا یکره بیع ما لم تقم المعصیة به کبیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح والحمامة الطیارة والعصیر والخشب الذی یتخذ منه المعازف، وما فی بیوع (الخانیة) من أنه یکره بیع الأمرد من فاسق یعلم أنه یعصی به مشکل والذی جزم به الشارح فی الحظر والإباحة أنه لا یکره بیع جاریة لمن یأتیها فی دبرها أو بیع غلام من لوطی وهو الموافق لما مر، وعندی أن ما فی (الخانیة) محمول علی کراهة التنزیه والمنفی هو کراهة التحریم وعلی هذا فیکره فی الکل تنزیها وهو الذی إلیه تطمئن النفس إذ لا شک أنه وإن لم یکن معینا إلا أنه مسبب فی الإعانة ولم أر من تعرض لهذا والله الموفق (النهر الفائق، ج۳، ص۲۶۸، کتاب الجهاد، باب البغاة)

؎2 (و) جاز (بیع عصیر) عنب (ممن) یعلم أنه (یتخذه خمرا) لأن المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لإعانته علی المعصیة ونقل المصنف عن السراج والمشکلات أن قوله ممن أی من کافر أما بیعه من المسلم فیکره ومثله فی الجوهرة والباقانی وغیرهما زاد القهستانی معزیا للخانیة أنه یکره بالاتفاق.

(بخلاف بیع أمرد ممن یلوط به وبیع سلاح من أهل الفتنة) لأن المعصیة تقوم بعینه ثم الکراهة فی مسألة الأمرد مصرح بها فی بیوع الخانیة وغیرها واعتمده المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وإن أقره المصنف فی باب البغاة. قلت: وقدمنا ثمة معزیا للنهر أن ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما وإلا فتنزیها. فلیحفظ توفیقا. (و) جاز تعمیر کنیسة و (حمل خمر ذمی) بنفسه أو دابته (بأجر) لا عصرها لقیام المعصیة بعینه (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

www.idaraghufran.org

قول دراصل صاحبین کا ہے، جسے بعض نے امام ابوحنیفہ کا سمجھ لیا)

کیونکہ جب اس چیز کی عین کے ساتھ گناہ قائم نہیں، اور نہ وہ چیز بذاتِ خود گناہ کا سبب ہے، اور گناہ فاعلِ مختار کے فعل سے حاصل ہوتا ہے، تو اس میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرمت وکراہت کا حکم لگانا درست نہیں، بلکہ اس گناہ کا ذمہ دار وہ فاعلِ مختار خود ہوگا۔

اور اس کی وجہ دوسری عبارات میں یہ مذکور ہے کہ یہ ''سببِ محض'' ہے، نہ تو گناہ کی اعانت ہے، اور نہ گناہ کا سبب ہے۔

اسی ضمن میں علامہ شامی نے اس مسئلہ کے حکم میں مسلم، وغیر مسلم کے درمیان فرق کرنے کو اصح قول کے خلاف کہا ہے، اور فرمایا کہ متون میں یہ مسئلہ مسلم وغیر مسلم کی قید کے بغیر مذکور ہے، اور اصح قول یہ ہے کہ کفار بھی مخاطب بالفروع ہیں۔ [1]

---

[1] (قوله وجاز) أى عنده لا عندهما بيع عصير عنب أى معصوره المستخرج منه فلا يكره بيع العنب والكرم منه بلا خلاف، كما فى المحيط لكن فى بيع الخزانة أن بيع العنب على الخلاف قهستانى (قوله ممن يعلم) فيه إشارة إلى أنه لو لم يعلم لم يكره بلا خلاف قهستانى (قوله لا تقوم بعينه إلخ) يؤخذ منه أن المراد بما لا تقوم المعصية بعينه ما يحدث له بعد البيع وصف آخر يكون فيه قيام المعصية وأن ما تقوم المعصية بعينه ما توجد فيه على وصفه الموجود حالة البيع كالأمرد والسلاح ويأتى تمام الكلام عليه (قوله أما بيعه من المسلم فيكره) لأنه إعانة على المعصية قهستانى عن الجواهر .أقول :وهو خلاف إطلاق المتون وتعليل الشروح بما مر وقال ط :وفيه أنه لا يظهر إلا على قول من قال إن الكفار غير مخاطبين بفروع الشريعة والأصح خطابهم وعليه فيكون إعانة على المعصية، فلا فرق بين المسلم والكافر فى بيع العصير منهما فتدبر اهـ ولا يرد هذا على الإطلاق والتعليل المار .(قوله على خلاف ما فى الزيلعى والعينى) ومثله فى النهاية والكفاية عن إجارات الإمام السرخسى (قوله معزيا للنهر) قال فيه من باب البغاة وعلم من هذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف، وأما فى بيوع الخانية من أنه يكره بيع الأمرد من فاسق يعلم أنه يعصى به مشكل.والذى جزم به الزيلعى فى الحظر والإباحة أنه لا يكره بيع جارية ممن يأتيها فى دبرها أو بيع غلام من لوطى، وهو الموافق لما مر وعندى أن ما فى الخانية محمول على كراهة التنزيه، وهو الذى تطمئن إليه النفوس إذ لا يشكل أنه وإن لم يكن معينا أنه متسبب فى الإعانة ولم أر من تعرض لهذا اهـ وفى حاشية الشلبى على المحيط اشترى المسلم الفاسق عبدا أمرد وكان ممن يعتاد إتيان الأمرد يجبر على بيعه (قوله فليحفظ توفيقا) بأن يحمل ما فى الخانية من إثبات الكراهة على التنزيه، وما فى الزيلعى وغيره من نفيها على التحريم، فلا مخالفة .وأقول هذا التوفيق غير ظاهر لأنه قدم أن الأمرد مما تقوم المعصية بعينه وعلى مقتضى ما ذكره هنا يتعين أن تكون الكراهة فيه للتحريم فلا يصح حمل كلام الزيلعى وغيره على التنزيه. وإنما مبنى كلام الزيلعى وغيره على أن الأمرد ليس مما تقوم المعصية بعينه كما يظهر من عبارته قريبا عند قوله وجاز إجارة بيت(رد المحتار، ج٦،ص ٣٩١،كتاب الحظر والاباحة،فصل فى البيع)

www.idaraghufran.org

پھر اس کے بعد علامہ ابنِ عابدین شامی نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک گرجا گھر کی تعمیر کرنے، اور غیر مسلم کی شراب کو اٹھانے پر اجرت کا لینا جائز ہے، اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے، کیونکہ حدیث میں شراب اٹھا کر لانے والے پر لعنت آئی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب اٹھانے والے کا مقصد شراب پلانا ہو، تو مکروہ ہے، ورنہ مکروہ نہیں، کیونکہ بذاتِ خود شراب کو اٹھانا، نہ تو گناہ ہے، اور نہ ہی گناہ کا سبب ہے، گناہ تو فاعلِ مختار کا اپنا فعل ہے۔

اور انگور کا شیرہ بنانا بھی جائز ہے، البتہ اگر شراب بنانے، یا پلانے کا قصد ہو، تو اس قصد سے وہ فعل گناہ میں داخل ہے۔

اور اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر مسلمان سے اس کا گھر کوئی دوسرا شخص شراب بیچنے کے لئے کرایہ پر لے، تو اس صورت میں بھی گناہ کرایہ پر لینے والے کے فعل سے تعلق رکھتا ہے، جو خود مختار ہے، اور جن فتاویٰ میں اس معاملہ کو مکروہ وممنوع قرار دیا گیا ہے، وہ راجح نہیں۔ [1]

---

[1] (قوله وجاز تعمير كنيسة) قال في الخانية :ولـو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به لأنه لا معـصية فـي عيـن العمل (قوله وحمل خمر ذمي)قال الزيلعي :وهـذا عنده وقالا هو مكروه "لأنه -عليه الصلاة والسلام -لعن في الخمر عشرة وعد منها حاملها .

وله أن الإجارة على الحمل وهو ليس بمعصية، ولا سبب لها وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار، وليس الشـرب مـن ضرورات الحمل، لأن حملها قد يكون للإراقة أو للتخليل، فصار كما إذا استأجره لعصر العنب أو قـطـعـه. والـحـديث محمول على الحمل المقرون بقصد المعصية اهـ زاد في النهاية وهذا قياس وقولهما استـحسان، ثم قال الزيلعي :وعـلـى هـذا الـخلاف لو آجره دابة لينقل عليها الخمر أو آجره نفسه ليرعى له الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره . وفي المحيط لا يكره بيع الزنانير من النصراني والقلنسوة من الـمـجـوسـي، لأن ذلـک إذلال لهـمـا وبيـع المكعب المفضض للرجل إن ليلبسه يكره، لأنه إعانة على لبس الـحـرام وإن كـان إسكافا أمره إنسان أن يتخذ له خفا على زي المجوس أو الفسقة أو خياطا أمره أن يتخذ له ثوبا على زي الفساق يكره له أن يفعل لأنه سبب التشبه بالمجوس والفسقة اهـ.

(قـوله لا عصرها لقيام المعصية بعينه) فيـه مـنـافاة ظاهرة لقوله سابقا لأن المعصية لا تقوم بعينه ط وهو مناف أيضا لما قدمناه عن الزيلعي من جواز استئجاره لعصر العنب أو قطعه.

ولـعـل المراد هنا عصر العنب على قصد الخمرية فإن عين هذا الفعل معصية بهذا القصد، ولذا أعاد الضمير عـلى الخمر مع أن العصر للعنب حقيقة فلا ينافي ما مر من جواز بيع العصير واستئجاره على عصر العنب هذا ما ظهر لي فتأمل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ جس چیز کا عین گناہ کے ساتھ مختص نہ ہو، اور وہ چیز بذاتِ خود جائز ہو، اور اس چیز کو گناہ میں استعمال کرنے میں دوسرا فریق خود مختار ہو، جس کا پہلے سے مسلم عاقد کو علم ہو، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی بیع واجارہ بلا کراہت جائز ہے، اور جس نے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو حرام، یا مکروہ تحریمی، وناجائز کہا، یہ درست نہیں، البتہ بعض نے اس صورت کو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی کہا ہے، اور بعض نے مکروہ تنزیہی ہونے سے بھی اختلاف کیا ہے۔ اور اگر نیت گناہ میں تعاون کی ہو، تو پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس نیت کا گناہ ہوگا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ایک مقام پر ہے کہ:

والأفضل أن لا يبيع العصير ممن يتخذه خمراً (فتاوی قاضی خان، ج۳، ص۱۱۷، کتاب الاشربة)

ترجمہ: اور افضل یہ ہے کہ انگور کا شیرہ اس شخص کو فروخت نہ کرے، جو اس کی شراب بنائے (قاضی خان)

فتاویٰ قاضی خان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انگور کا شیرہ ایسے شخص کو فروخت کرنا گناہ نہیں، جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا، البتہ اس سے اجتناب کرنا افضل ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله وجاز إجارة بيت إلخ) هذا عنده أيضا لأن الإجارة على منفعة البيت، ولهذا يجب الأجر بمجرد التسليم، ولا معصية فيه وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فينقطع نسبيته عنه، فصار كبيع الجارية ممن لا يستبرئها أو يأتيها من دبر وبيع الغلام من لوطى والدليل عليه أنه لو آجره للسكنى جاز وهو لا بد له من عبادته فيه اهـ زيلعي وعيني ومثله في النهاية والكفاية، قال في المنح :وهو صريح في جواز بيع الغلام من اللوطى، والمنقول في كثير من الفتاوى أنه يكره وهو الذى عولنا عليه في المختصر اهـ.

أقول :هو صريح أيضا في أنه ليس مما تقوم المعصية بعينه، ولذا كان ما في الفتاوى مشكلا كما مر عن النهر إذ لا فرق بين الغلام وبين البيت والعصير "فكان ينبغي للمصنف التعويل على ما ذكره الشراح فإنه مقدم على ما في الفتاوى .نعم على هذا التعليل الذى ذكره الزيلعي يشكل الفرق بين ما تقوم المعصية بعينه وبين ما لا تقوم بعينه، فإن المعصية في السلاح والمكعب المفضض ونحوه إنما هي بفعل الشارى فليتأمل في وجه الفرق فإنه لم يظهر لي ولم أر من نبه عليه .نعم يظهر الفرق على ما قدمه الشارح تبعا لغيره من التعليل، لجواز بيع العصير بأنه لا تقوم المعصية بعينه، بل بعد تغيره فهو كبيع الحديد من أهل الفتنة، لأنه وإن كان يعمل منه السلاح لكن بعد تغيره أيضا إلى صفة أخرى .وعليه يظهر كون الأمرد مما تقوم المعصية بعينه كما قدمناه فليتأمل(رد المحتار، ج٦، ص۳۹۱، ۳۹۲، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع)

www.idaraghufran.org

اور افضل عمل کی خلاف ورزی پر نکیر کرنا، درست نہیں ہوا کرتا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ''احکامُ القرآن'' میں اس مسئلہ کو اصولی انداز میں ایک عربی رسالہ کے خلاصہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ [1]

چنانچہ ''احکامُ القرآن'' میں پہلے مفتی صاحب موصوف مذکور نے فرمایا کہ:

''عینِ فعل میں گناہ کی اعانت کرنے والے کی تین اقسام ہیں، ایک یہ کہ اعانت کرنے والا، گناہ پر اعانت کی نیت وقصد کرے، یہ صورت صراحتاً وحقیقتاً گناہ کی اعانت کرنے میں داخل ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اعانت کرنے والا، صلبِ عقد میں گناہ کے فعل کی تصریح کرے، جس میں نیت کا اعتبار ختم ہوجاتا ہے، اور یہ صورت حکماً گناہ کی اعانت کرنے میں داخل ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ وہ فعل گناہ کے ساتھ مختص ہو، اور اس کا گناہ کے علاوہ کوئی مصرف نہ ہو، جیسا کہ گانے بجانے کے مخصوص آلات، اس صورت میں بھی نیت کا اعتبار ساقط ہوجاتا ہے، اور یہ صورت بھی دوسری صورت کی طرح حکماً گناہ کی اعانت کرنے میں داخل ہے''۔ انتھٰی۔ [2]

اس موقع پر مفتی صاحب موصوف نے امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا، بلکہ اس کے بغیر ہی اصولی بحث فرمادی۔

---

[1] مفتی صاحب نے اس رسالہ کا جو نام تحریر کیا ہے، وہ رسالہ ہمیں دستیاب نہ ہوسکا، لیکن خود مفتی صاحب موصوف نے ''احکام القرآن'' میں اس رسالہ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے، اس لئے یہ تحریر اس رسالہ کی ترجمانی کہلائے گی۔

والعبد الضعيف قد جمع مباحث هٰذ االمطلب فى جزء وجيز، يسمى "الاستنابة لمعنى التسبب والاعانة" ...... فمن رام التفصيل فليراجعه واذكر ههنا منها جزء ا جميلا، يكفى للطالب والناظر (أحكام القرآن، ج٣، ص٧٦، سورة القصص، مطبوعة: ادارة القرآن، كراتشى، الطبعة الاولىٰ ١٤١٣ هـ)

[2] ثم كون المعصية فى عين الفعل المعين على ثلاثة وجوه:

اولاول: ان ينوى المعين الاعانة على المعصية ويقصدها. والثانى: ان يصرح بفعل المعصية فى صلب العقد فيسقط اعتبار النية. والثالث: ان يتخصص هذاالفعل لفعل المعصية، ولايكون لها مصرف سواها، مثل آلاتِ الطرب التى ليس لها مصرف الاالغناء والطرب. ففى الاوجه الثلاثة قامت المعصية بعين هذاالفعل وصار فاعله معينا على المعصية. وان امعنت النظر رجعت الاوجه الثلاثة الى وجه واحد وهوالقصد والنية فان القصد متحقق فى الوجه الاول صراحة، وفى الثانى والثالث حكما ومعناً، فان الشرع اقام التصريح باللفظ مقام النية فى عامة المعاملات، النكاح والطلاق والعتاق والبيوع وامثالها. وكذا اذالم يكن المحل مستعملا عادة الافى المعصية، فقام بيع هذا المحل وشرائه ايضا مقام نية المعصية وقصده (أحكام القرآن، ج، ٣، ص٧٧، سورة القصص، مطبوعة: ادارة القرآن، كراتشى، الطبعة الاولىٰ ١٤١٣ هـ)

www.idaraghufran.org

حالانکہ گذشتہ بحث سے معلوم ہوچکا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی کی نیت، یاصلبِ عقد میں صراحت کرنے سے ''سببِ محض'' والا فعل اعانت علی المعصیت، یاسببِ معصیت نہیں بن جاتا۔

اور صاحبین کے نزدیک اعانت علی المعصیت، یا سببِ معصیت بننے کے لئے، گناہ کی نیت، یاصلبِ عقد میں صراحت کا ہونا بھی ضروری نہیں۔

ایسی صورت میں فقہائے کرام کے مذاہب کی تنقیح کے بغیر اس طرح اصولی تقسیم درست نہ کہلائے گی، اور اضطراب کا باعث بنے گی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

پھر اگلے صفحہ پر مفتی صاحب موصوف نے فرمایا کہ:

وحاصل ماقلنا كله : ان الاعانة على المعصية لاتحقق الابنية الاعانة حقيقة اوحكما، بان يصرح بقصد المعصية سواء قصدها اولا، اوكان المحل مخصوصا بالمعصية لايستعمل الافيها. بقى ههنا شىء آخر يقارب الاعانة وهو التسبب لامر خير اوشر (أحكام القرآن، ج،۳، ص۷۸، سورة القصص، مطبوعة: ادارة القرآن، كراتشى، الطبعة الاولىٰ ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ: اورہم نے جوتفصیل بیان کی، اس سب کا حاصل یہ ہے کہ گناہ پر اعانت، صرف اعانت کا حقیقتاً، یاحکماً قصد کرنے سے ہی متحقق ہوتی ہے، بایں طور کہ گناہ کے قصد کی تصریح کرے، خواہ گناہ کا قصد کرے، یا گناہ کا قصد نہ کرے، یاوہ چیز محلِ گناہ کے ساتھ اس طرح مختص ہوکہ وہ گناہ کے علاوہ کسی اورکام میں استعمال نہ ہوتی ہو۔

البتہ یہاں ایک چیز باقی ہے، جو اعانت کے قریب ہے، اور وہ کسی خیر، یا شر کے کام کا سبب بننا ہے (احکامُ القرآن)

مفتی صاحب موصوف کی اس تقسیم کے بارے میں پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔

پھر مفتی صاحب موصوف کا اعانت کی اقسام کا ذکر کرنے کے بعد، سبب بننے کی جو بحث کی ہے، وہ بھی محلِ کلام ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے مابین، جن اختلافی مسائل میں صاحبین کی طرف سے کسی فعل کو گناہ کی اعانت اور سببِ معصیت قرار دیا گیا، امام ابوحنیفہ کی طرف سے ان میں ان دونوں باتوں کی نفی کی گئی۔

(جاری ہے..........)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

”رسومِ افتاء واصولِ افتاء“ پر کلام (قسط:9)

یہ مسئلہ امام محمد نے ”کتابُ الاصل“ میں بھی بیان کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کی ظاہر الروایت کے مطابق مجتہد تو درکنار عامی کو بھی سامنے آنے والی حدیث پر عمل پیرا ہونا جائز ہے۔

اور اگر حدیث کی طرف رجوع کئے بغیر کسی بھی مجتہد سے مسئلہ معلوم کرلیا جائے، خواہ حنبلی مفتی و مجتہد سے کیوں نہ ہو، تو امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف تینوں کے اتفاق واجماع کی رو سے جائز ہے، کیونکہ متعین مجتہد و مفتی کی اتباع واجب نہیں۔

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتابُ الاصل“ میں فرمایا:

احتجم أو قبل امرأته لشهوة أو لامسها لشهوة أو جامعها فيما دون الفرج فلم ينزل ، فظن أن ذلک يفطره، فأفطر متعمدا، فعليه القضاء والكفارة.

فإن استفتى فيه فقيها أو تأول فيه حديثا أنه قد فطره فعليه القضاء بلا كفارة (الأصل للشيباني، ج ۲، ص ۲۰۴، كتاب الصوم)

ترجمہ: کسی نے حجامہ کرایا، یا بیوی کا شہوت سے بوسہ لیا، یا اس کو شہوت سے چھوا، یا اس سے فرج کے علاوہ کسی اور مقام میں جماع کیا، اور انزال نہیں ہوا، پھر اس نے یہ گمان کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا، تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

لیکن اگر اس نے کسی فقیہ سے فتویٰ طلب کیا، یا حدیث سے یہ سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا (پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا) تو اس پر قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا (کتابُ الاصل)

''تحفةُ الفقهاء''میں ہے:

ولو بلغه الحديث أفطر الحاجم والمحجوم روى الحسن عن أبى حنيفة أنه لا كفارة عليه لأنه اعتمد على الحديث وهو حجة فى الأصل (تحفة الفقهاء، ج ۱،ص ۳۶۳، كتاب الصوم)

ترجمہ: اور اگر اسے یہ حدیث پہنچی کہ ''أفطر الحاجم والمحجوم''تو حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور حدیث ہی اصل میں حجت ہے (تحفة الفقهاء)

''الهداية'' کی شرح ''البناية'' میں ہے:

(فكذلك عند محمد) ش :أى لا تجب الكفارة م :(لأن قول الرسول -صلى الله عليه وسلم -) ش :(بيان) م :(لا ينزل عن قول المفتى) ش :بيان هذا أن قول المفتى بالفطر بالحجامة يكون عذرا فى سقوط الكفارة، فقول الرسول -صلى الله عليه وسلم -الذى هو فوق كل قول أولى بأن يكون عذرا فى عدم وجوب الكفارة (البناية شرح الهداية، ج۴،ص ۱۱۰، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ترجمہ: پس اسی طرح امام محمد کے نزدیک حکم ہے کہ کفارہ واجب نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا درجہ مفتی کے قول سے کم نہیں ہوسکتا، یعنی جب مفتی حجامہ سے افطار کرنے میں سقوطِ کفارہ کے لئے عذر بن جاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، جو ہر قول سے اونچا ہے، وہ کفارہ واجب نہ ہونے میں بدرجہ اولیٰ عذر ہوگا (البناية)

''البحرُ الرائق''میں ہے کہ:

وإن استفتى فقيها لا كفارة عليه؛ لأن العامى يجب عليه تقليد العالم إذا كان يعتمد على فتواه فكان معذورا فيما صنع وإن كان المفتى مخطئا فيما أفتى وإن لم يستفت ولكن بلغه الخبر وهو قوله -عليه الصلاة والسلام.أفطر الحاجم والمحجوم وقوله -صلى الله عليه وسلم -الغيبة تفطر الصائم ولم يعرف النسخ ولا تأويله فلا كفارة عليه عندهما؛ لأن ظاهر الحديث واجب العمل به (البحر

www.idaraghufran.org

الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص ٣١٥، ٣١٦، كتاب الصوم، فصل فى عوارض الفطر فى رمضان، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ترجمہ: اور اگر کسی فقیہ سے فتویٰ طلب کیا، تو اس پر کفارہ واجب نہیں، کیونکہ عامی شخص پر عالم کی تقلید، واجب ہے، جبکہ اس کے فتوے پر اعتماد کیا جاتا ہو، تو وہ شخص اپنے طرزِ عمل میں معذور شمار ہوگا، اگرچہ مفتی اپنے فتویٰ میں خطاء کار کیوں نہ ہو، اور اگر اس نے فتویٰ طلب نہیں کیا، اور اسے (کسی طرح سے) نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث پہنچ گئی کہ حجامہ کرنے والے اور کرانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ غیبت، روزہ دار کا افطار کرادیتی ہے، اور اس نے نہ تو اس حدیث کے منسوخ ہونے کو جانا، اور نہ اس کی تاویل کو جانا، تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں، کیونکہ ظاہرِ حدیث پر عمل کرنا واجب ہوا کرتا ہے (البحرالرائق)

''شرحُ النقایۃ'' میں حنفیہ کے راجح مذہب کی دلیل میں یہ تصریح ہے کہ رسول کا قول مفتی کے قول سے ادنیٰ نہیں، بلکہ اعلیٰ ہے:

أو سمع الحديث ولم يعرف تأويله على المذهب ، لأن قول الرسول صلى الله عليه وسلم لا يكون أدنى درجة من قول المفتي، وقول المفتي صلح عذرا، فقول الرسول صلى الله عليه وسلم أولى (شرح النقاية،لعلى القارى، ج ١، ص ٥٧٤، كتاب الصوم،فصل فيما يفسد الصوم وفيما لا يفسده، الناشر: شركة دارالأرقم بن أبى الأرقم، بيروت، لبنان، الطبعة الأولىٰ:١٤١٨هـ، 1997م)

ترجمہ: یا اس نے حدیث سنی (خواہ کسی سے سنی) اور اس حدیث کے متعلق اپنے مذہب کی تاویل کو وہ نہیں جانتا تھا (کہ اس کی سند، یا مطلب کیا ہے) تو ایسی صورت میں بھی کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا درجہ، مفتی کے قول سے کم نہیں ہوسکتا، اور جب مفتی کا قول اس کے حق میں عذر شمار ہوتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بدرجۂ اولیٰ اس کے حق میں عذر کا باعث ہوگا (شرحُ النقایۃ)

اور ''تبیینُ الحقائق'' میں ہے:

إلا إذا أفتاه فقيه بذلك لأن الفتوى دليل شرعي في حقه ولو بلغه الحديث وهو

قوله -عليه الصلاة والسلام -أفطر الحاجم والمحجوم فأفطر متعمدا فكذلك عند محمد لأن قول الرسول أقوى من فتوى المفتي(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱، ص ۳۴۳، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فصل في العوارض)

ترجمہ: لیکن جب اس کو کسی فقیہ نے اس کا فتویٰ دیا، تو کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ فتویٰ اس کے حق میں شرعی دلیل ہے، اور اگر اسے حدیث پہنچی، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ حاجم اور محجوم کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے (اور اس نے کسی سے اس کی سند، یا مطلب کی تحقیق بھی نہ کی) پھر اس نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا، تو بھی امام محمد کے نزدیک یہی حکم ہے، کیونکہ رسول کا قول مفتی کے قول سے زیادہ قوی ہے (تبیین الحقائق)

اور''دررُ الحکام''میں ہے:

وإن كان سمع الحديث وهو قوله -عليه الصلاة والسلام -أفطر الحاجم والمحجوم واعتمد على ظاهره قال محمد لا تجب الكفارة؛ لأن قول الرسول -صلى الله عليه وسلم -لا يكون أدنى درجة من قول المفتي، وهو إذا صلح عذرا فقول الرسول -صلى الله عليه وسلم -أولى(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ۱، ص ۲۰۶، كتاب الصوم، باب موجب الإفساد في الصوم)

ترجمہ: اور اگر اس نے حدیث کو سن لیا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ حاجم اور محجوم کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اس نے اس حدیث کے ظاہر پر اعتماد کرلیا (کسی سے سند، یا مطلب کی تحقیق بھی نہ کی) تو امام محمد نے فرمایا کہ کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مفتی کے قول سے ادنیٰ درجہ نہیں رکھتا، اور جب مفتی کا قول عذر بن سکتا ہے، تو رسول کا قول بدرجہ اولیٰ عذر بن سکتا ہے (دررالحکام)

صدرُالدین علی بن علی ابن ابی العزحنفی (المتوفیٰ: 792ھ) کی تالیف''التنبيه على مشكلات الهداية''میں اس مسئلہ پر تفصیلی وتحقیقی کلام کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''امام ابو یوسف کے قول کی علت میں نظر ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ جب علماء کے مابین کسی مسئلے میں اختلاف ہو، اور عامی شخص کو ایسی حدیث پہنچے، جس سے فریقین دلیل

www.idaraghufran.org

پکڑتے ہوں، پھراس نے اس حدیث کو لے لیا،تو یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے کہ وہ معذورنہیں ہے،اس لیےاس پر کفارہ واجب ہوگا؟

اگرکہا جائے کہ یہ حدیث منسوخ ہے،تواس کے بارے میں گزرچکا ہے کہ منسوخ تووہ کہلاتی ہے،جس کے معارض کا گمان ہو،اسی وجہ سے جس شخص نے صحیح حدیث کوسنا، پھراس پرعمل کرلیا، حالانکہ وہ حدیث منسوخ تھی،تو یہ اس وقت تک معذورشمار ہوگا، جب تک کہ اسے ناسخ نہ پہنچ جائے۔

اورجس نے حدیث کوسنا،اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ تم اس پراس وقت تک عمل نہیں کرسکتے،جب تک کہ اس کوفلاں فلاں کی رائے سے تقابل کرکے پرکھ نہ لو۔

بلکہ اس کوزیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ آپ اس کا منسوخ ہونا، نہ ہونا دیکھ لیں،لیکن جب حدیث کے منسوخ ہونے میں بھی اختلاف ہو،جیسا کہ زیرِ بحث مسئلے میں وارِد حدیث کا معاملہ ہے،تو اس طرح کی حدیث پرعمل کرنے والا،انتہائی درجے کا معذور شمار ہوگا۔اور مفتی کی خطاء میں احتمال کا امکان،سنی ہوئی حدیث کے منسوخ ہونے کے احتمال سے زیادہ قوی ہے،لہٰذا جس کوبھی حدیث پہنچے،تواس کے لیے عموم کا ہی حکم ہوگا، جب تک کہ اس کے نزدیک تخصیص،یا تنسیخ ثابت نہ ہوجائے،جس کے بارے میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں۔علاوہ ازیں احادیث میں منسوخ کی مقدار،بہت قلیل ہے،ابنِ جوزی وغیرہ نے چند صفحات میں ان کوجمع کیا ہے،جس کے بعدانہوں نے فرمایا کہ مجھے تدبرکرنے سے صرف اکیس احادیث کا منسوخ ہونا معلوم ہوا۔

اورجب عامی شخص کو،مفتی کے قول کو لینے کی گنجائش ہوتی ہے، بلکہ اس پر ایسا کرنا واجب ہوتاہے،باوجودیکہ مفتی کی خطاء کا بھی احتمال پایاجاتاہے،تو پھراس کوحدیث لینے کی کیونکر گنجائش نہیں ہوگی،جبکہ وہ اس کے معنیٰ کو سمجھتاہے،اگرچہ منسوخ ہونے کا احتمال کیوں نہ رکھے(کیونکہ مفتی کے فتوے میں بھی خطاء کا احتمال ہے)اوراگررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کے ساتھ ثابت شدہ سنتوں پرعمل کرنے کی اس وقت تک گنجائش نہ ہوتی،

www.idaraghufran.org

جب تک کہ فلاں فلاں کا اس پر عمل نہ ہوتا، تو پھر تمام سنن واحادیث پر عمل کرنے کے لیے فقہاء وعلماء کے قول کا پایا جانا شرط ہوتا، جو کہ واضح طور پر باطل ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے پوری امت کے مقابلے میں اپنے رسول کو ہی حجت بنایا ہے،اور جس نے حدیث پر عمل کیا،اور اس کو سمجھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا،تو اس میں خطاء کے احتمال کو مقدر نہیں مانا جائے گا،اس سے کہیں درجے زیادہ خطاء کا احتمال تقلید کیے جانے والے مفتی کے اندر ہوسکتا ہے۔اور یہ بحث اس شخص کے حق میں ہے، جسے غوروفکر کی صلاحیت حاصل ہو۔

لیکن جب کسی کو یہ اہلیت حاصل نہ ہو،تو اس کے ذمہ اہلِ ذکر سے سوال کرنا واجب ہے،اور جب مستفتی کو،مفتی کے کلام،یا اس کے شیخ وغیرہ کے کلام پر اعتماد کرنا جائز ہے، تو انسان کو بدرجۂ اولیٰ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام پر اعتماد کرنا جائز ہے، جو ثقات کی کتابوں میں پایا جاتا ہے،اور اگر یہ بات فرض کی جائے کہ اس نے حدیث کو نہیں سمجھا،تو ایسا ہی ہوگا، جیسا کہ اس نے مفتی کے فتوے کو نہیں سمجھا،تو ایسی صورت میں اس حدیث کے معنیٰ کے متعلق اہلِ معرفت سے سوال کرسکتا ہے،جیسا کہ مفتی کے جواب کا معاملہ ہے''۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] (لو احتجم فظن أن ذلك يفطر ثم أكل بعد ذلك متعمداً عليه القضاء والكفارة، لأن الظن ما استند إلى دليل شرعي في حقه)

هذا مبني على أن الإفطار بالحجامة على خلاف القياس، وقد تقدم أنه على وفق القياس الصحيح؛ لأن إخراج الدم بمنزله إخراج الطعام بالاستقاء ، وبمنزلة إخراج المني بالمباشرة، وبغيرها على الصحيح، وبمنزلة دم الحيض والنفاس، فهذا القياس إن لم يكن أعلى من قياس الناس على العامد فلا يكون دونه، كيف وهو مؤيد بالنص الدال على صحته وفساد ذلك القياس.

قوله :(ولو بلغه الحديث واعتمده (يعني حديث أفطر الحاجم والمحجوم)(فكذلك عند محمد رحمة الله) يعني أنه لا كفارة عليه إذا احتجم ثم أكل على ظن أن الحجامة فطرته معتمداً على الحديث.

(لأن قول الرسول لا ينزل عن قول المفتي)

في العبارة مسامحة، بل هي خطأ والأمر أعظم من ذلك !(وعن أبي يوسف خلاف ذلك) - يعني عليه الكفارة -(لأن على العامي الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء في حقه إلى معرفة الأحاديث).

في تعليه نظر فإن المسألة إذا كانت مسألة نزاع بين العلماء ، وقد بلغ العامي الحديث الذي احتج به الفريقين فأخذ به كيف يقال في هذا إنه غير معذور؟ فإن قيل :هو منسوخ، فقد تقدم أن المنسوخ ما يظن أنه يعارضه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس عبارت کا مطلب واضح ہے۔ (جاری ہے...........)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن سمع الحديث الصحيح فعمل به وهو منسوخ فهو معذور إلى أن يبلغه الناسخ، ولا يقال لمن سمع الحديث الصحيح :لا تعمل به حتى تعرضه على رأى فلان دون رأى فلان، وإنما يقال له :انظر هل هو منسوخ أم لا؟ أما إذا كان الحديث قد اختلف فى نسخه كما فى هذه المسألة فالعامل به فى

غاية العذر، وإن تطرق الاحتمال إلى خطأ المفتى أقوى من تطرق الاحتمال إلى نسخ ما يسمعه من الحديث.
قال أبو عمر بن عبد البر لما ذكر قول رسول الله صلى الله عليه وسلم(لا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول ولا تستدبروها):قال أبو أيوب:فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض قد بنيت قبل القبلة فننحرف عنها ونستغفر الله.
وهكذا يجب على كل من بلغه شيء يستعمله على عمومه حتى يثبت عنده ما يخصه أو ينسخه، انتهى.
وقال الشافعي رحمة الله :أجمع المسلمون على أن من استبانت له سنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم -لم يحل له أن يدعها يقول أحد .
وأيضاً فإن المنسوخ من السنة فى غاية القلة، وقد جمعه ابن الجوزى فى ورقات وقال :إنه أفرد فيها قدر ما صح نسخة أو احتمل، وأعرض عما لا وجه لنسخه ولا احتمال، وقال :فمن سمع بخبر يدعى عليه النسخ وليس فيها فهاتيک دعوى .ثم قال :وقد تدبرته فإذا هو أحد وعشرون حديثاً .وذكرها.
وإذا كان العامى يسوغ له الأخذ بقول المفتى بل يجب عليه مع احتمال خطأ المفتى، كيف لا يسوغ له الأخذ بالحديث إذا فهم معناه وإن احتمل النسخ؟ ولو كانت سنن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -لا يسوغ العمل بها بعد صحتها حتى يعمل بها فلان وفلان لكان قولهم شرطاً فى العمل بها وهذا من أبطل الباطل .وقد أقام الله الحجة برسوله دون آحاد الأمة .ولا يفرض احتمال خطأ لمن عمل بالحديث وأفتى به بعد فهمه إلا وأضعاف أضعافه حاصل لمن أفتى بتقليد من لا يعلم خطؤه من صوابه، ويجوز عليه التناقض والاختلال، ويقول القول ويرجع عنه، ويحكى عنه فى المسألة عدة أقوال.
وهذا كله فيمن له نوع أهلية؛ أما إذا لم يكن له أهلية قط ففرضه ما قال الله تعالى :(فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)وإذا جاز اعتماد المستفتى على ما يكتبه له المفتى من كلامه أو كلام شيخه وإن علا فلأن يجوز اعتماد الرجل على ما كتب الثقات من كلام رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أولى بالجواز .وإذا قدر أنه لم يفهم الحديث (فكما لو لم يفهم) فتوى المفتى فيسأل من يعرفه معناه كما يسأل من يعرفه جواب المفتى(التنبيه على مشكلات الهداية، ج٢،ص ٩٥٦،الیٰ ٩٦٠،كتاب الصوم،باب ما يوجب القضاء والكفارة)

اسلام کی اہم ترین ذمہ داری، جس سے زمیندار غافل ہیں

عُشر ادا کیجیے

مؤلف: مفتی خالد محمود

(استاذ الحدیث: آسٹریلیا مسجد، لاہور)

ناشر: جامع مسجد محمدی، رحمان گلی نمبر3، نشتر روڈ، لاہور۔ فون: 0321-4093108

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ

مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت حزقیل علیہ السلام (قسط1)

حضرت حزقیل علیہ السلام کا تعارف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد، انبیاءِ بنی اسرائیل کا طویل سلسلہ ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے، صدیوں کے اس دور میں کس قدر انبیاء ورسل مبعوث ہوئے، ان کی صحیح تعداد، اللہ رب العزت ہی جانتا ہے، قرآن مجید نے ان میں سے چند پیغمبروں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے بعض کا ذکر تو تفصیل سے آیا ہے، اور بعض کا اجمال کے ساتھ، اور بعض کا صرف نام ہی مذکور ہے، اسی طرح تورات میں قرآن مجید کی بیان کردہ فہرست پر چند اور پیغمبروں کا اضافہ ہے، اوران کے واقعات وحالات بھی مذکور ہیں، بہرحال اس زمانہ کے دوران مبعوث انبیائے کرام کے درمیان تاریخی ترتیب میں مؤرخین کا اختلاف ملتا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بعد، حضرت یوشع بن نون، منصبِ نبوت پر فائز ہوئے، اوران کے بعد ان کی جانشینی کا حق، حضرت موسیٰ کے دوسرے رفیق ''کالب بن یوفنا'' نے اداء کیا، یہ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ مریم بنتِ عمران کے شوہر تھے، مگر نبی نہیں تھے۔ [1]

---

[1] قال ابن جرير في تاريخه: لا خلاف بين أهل العلم بأخبار الماضين وأمور السالفين من أمتنا وغيرهم أن القائم بأمور بنى إسرائيل بعد يوشع [كان] كالب بن يوفنا يعنى أحد أصحاب موسى عليه السلام، وهو زوج أخته مريم، وهو أحد الرجلين اللذين ممن يخافون الله وهما يوشع وكالب وهما القائلان لبنى إسرائيل حين نكلوا عن الجهاد (أدخلوا عليهم الباب فإذا دخلتموه فإنكم غالبون وعلى الله فتوكلوا إن كنتم مؤمنين)(البداية والنهاية لابنِ كثير، ج٢ ص٣، ذكر جماعة من أنبياء بنى إسرائيل بعد موسى عليه السلام ثم نتبعهم بذكر داود وسليمان عليهما السلام)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسلامی تاریخ اور انبیائے کرام کی سیرت میں بعض ایسی شخصیات ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں براہِ راست نام کے ساتھ نہیں آیا، مگر مفسرینِ کرام نے آیات و روایات کی روشنی میں ان کی پہچان واضح کی ہے، انہی جلیل القدر انبیاء میں سے ایک حضرت حزقیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت حزقیل کا تذکرہ ''بنی اسرائیل کے انبیاء'' میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے، مگر قرآن مجید میں ان کا نام صراحت کے ساتھ مذکور نہیں، لیکن بعض مفسرین کے نزدیک سورہ بقرہ کی آیت 243 میں مذکور ''مُردوں کے زندہ ہونے'' کے واقعہ کو انہی کے معجزات میں شمار کیا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ [1]

حضرت حزقیل علیہ السلام کا نام عربی میں ''حِزْقِیل'' (بکسر الحاء وسکون الزای وفتح القاف) ہے۔

عبرانی زبان میں ''ایل'' اسمِ جلالت ہے، اور ''حزقی'' کے معنیٰ قدرت اور قوت کے ہیں، اس لیے عربی زبان میں اس مرکب نام کا ترجمہ ''اللہ کی قدرت'' کو کہتے ہیں (کذا فی: قصص القرآن للسیوہاروی، ج۲ ص۴۴۳، حضرت حزقیل علیہ السلام)

حضرت حزقیل علیہ السلام طویل عرصہ تک، بنی اسرائیل میں تبلیغِ حق کرتے، اور ان میں دین و دنیا کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ (جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولا خلاف بين أهل العلم بأخبار الماضين وأمور الأمم السالفين من أمتنا وغيرهم أن القيم بأمور بنى إسرائيل بعد يوشع كان كالب بن يوفنا، ثم حزقيل بن بوذى من بعده، وهو الذى يقال له ابن العجوز(تاريخ الطبرى، ج ۱ ص۴۵۷،ذكر أمر بنى إسرائيل والقوام الذين كانوا بأمرهم بعد يوشع ابن نون والأحداث التى كانت فى عهد زو وكيقباذ)

قال الله تعالى: (ألم تر إلى الذين خرجوا من ديارهم وهم ألوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم أحياهم إن الله لذو فضل على الناس ولكن أكثر الناس لا يشكرون) [البقرة: 243] .قال محمد بن إسحاق عن وهب بن منبه: إن كالب بن يوفنا لما قبضه الله إليه بعد يوشع خلف فى بنى إسرائيل حزقيل بن بوذى وهو ابن العجوز(البداية والنهاية ، ج۲ ص۳،قصة حزقيل)

[1] (ألم تر) استفهام تعجيب وتشويق إلى استماع ما بعده أى ينته علمك (إلى الذين خرجوا من ديارهم وهم ألوف) أربعة أو ثمانية أو عشرة أو ثلاثون أو أربعون أو سبعون ألفا (حذر الموت) مفعول له وهم قوم من بنى إسرائيل وقع الطاعون ببلادهم ففروا (فقال لهم الله موتوا) فماتوا (ثم أحياهم) بعث ثمانية أيام أو أكثر بدعاء نبيهم حزقيل بكسر المهملة والقاف وسكون الزاى فعاشوا دهرا عليهم أثر الموت لا يلبسون ثوبا إلا عاد كالكفن واستمرت فى أسباطهم (إن الله لذو فضل على الناس) ومنه إحياء هؤلاء (ولكن أكثر الناس) وهم الكفار (لا يشكرون) والقصد من ذكر خبر هؤلاء تشجيع المؤمنين على القتال ولذا عطف عليه(تفسير الجلالين، سورة البقرة، تحت رقم الآية ۲۴۳)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

ہونٹوں کے دانے، سیاہ پن اور ہونٹوں کا سرطان

ہونٹوں کے دانے(AphthousUlcers)

بعض اوقات ہونٹوں کے اندر کی طرف تیکھے منہ والے سرخ دانے نکل آتے ہیں، جن میں ہلکا زردی مائل سفید مواد بھی ہوتا ہے، بعض اوقات یہ دانے خود ہی منہ کے درجہ حرارت سے پھٹ جاتے ہیں، جس کے بعد یہ دانے اوپر سے سفید نظر آنے لگتے ہیں، لیکن دانوں کی جڑ نہایت سرخ ہوتی ہے، یہ زیادہ تر گول یا بیضوی(oval) شکل کے ہوتے ہیں، درمیان میں سفید یا زرد رنگت جبکہ اردگرد سرخ باریک حلقہ ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ دانے چند دنوں میں ٹھیک ہو جاتے ہیں، لیکن اگر یہ بار بار نکلیں یا بہت بڑے اور تکلیف دہ ہوں تو پھر ان دانوں کو کسی اندرونی بیماری مثلاً معدہ، خون یا مدافعتی نظام کی خرابی کی علامت سمجھنا چاہئے۔

علامات: شروع میں جلن یا سوزش کا احساس ہوتا ہے، پھر چھوٹے سرخ دانے یا زخم بن جاتے ہیں، کھانے پینے، خاص طور پر میٹھی یا مرچ مصالحہ والی یا کھٹی چیز کھانے سے ان دانوں میں جلن اور تکلیف ہوتی ہے، شدید صورت میں بعض مریضوں کو ہلکا بخار بھی محسوس ہوتا ہے۔

اسباب: ان دانوں کا اکثر سبب معدے اور آنتوں کی سوزش اور ورم یا قبض ہوتا ہے، معدے کی تیزابیت یا ہاضمہ کی خرابی، اسی طرح تیز دانتوں کی رگڑ، الرجی یا بعض خواتین میں مخصوص ایام میں ہارمونی تبدیلیوں کے دوران بھی یہ دانے زیادہ ہو سکتے ہیں۔

آسان علاج اور گھریلو تدابیر: نمک والے نیم گرم پانی سے غرارے، شہد یا ناریل کے تیل کا ہلکا لیپ، سوڈے والے پانی(baking soda rinse) سے کلیاں کرنا۔

غذائیں: دودھ والی سویاں، دودھ جلیبی، سوجی کا حلوہ، مغزیات کا حریرہ، گجریلا، کھیر، ابلے ہوئے چاول، دلیا، سبزی میں ہر قسم کا کدو، مولی، گاجر، گھیا توری، شلجم سفید، امرود، گرما، سردا، کیلے کا ملک شیک، کسٹرڈ، فرنی، دودھ سوڈا، شربت بزوری، خمیرہ گاؤزبان، شربت صندل، اور ٹھنڈے

www.idaraghufran.org

مشروبات زیادہ استعمال کرنا، تاکہ جسم کی گرمی (یعنی صفراء) پیشاب کے راستے خارج ہو۔

ہونٹوں کا سیاہ ہونا (Hyperpigmentation)

ہونٹوں کا سیاہ ہونا (Hyperpigmentation) ایک عام اور اہم مسئلہ ہے، یہ ایک طبی کیفیت (Condition) ہے، جس میں ہونٹوں کا قدرتی رنگ آہستہ آہستہ گلابی یا سرخی مائل رنگ سے بھورا یا سیاہ ہونے لگتا ہے، ہونٹوں کی رنگت کی یہ تبدیلی اکثر ہونٹوں کے کناروں سے شروع ہوتی ہے۔ ہونٹوں کے سیاہ ہونے کی سب سے عام وجوہات میں تمباکو نوشی، غیر معیاری لپ اسٹک کا حد سے زیادہ استعمال، پانی کی کمی اور وٹامن B12، آئرن کی کمی ہے، اگر بروقت احتیاطی تدابیر اختیار کر لی جائیں، تو یہ وجوہات قابلِ علاج ہیں، جو طرزِ زندگی، بیرونی عوامل اور طبی مسائل کی طرف توجہ کرنے سے حل ہو جاتی ہیں۔ طرزِ زندگی یعنی نینداور بیداری، کھانے پینے اور بول وبراز کے نارمل نہ ہونے سے بھی ہونٹوں کی رنگت پر اثر پڑتا ہے، اور بیرونی عوامل میں زیادہ دھوپ میں رہنا بھی ہونٹوں کے سیاہ ہونے کا ایک عام سبب ہے۔

احتیاطی تدابیر کے طور پر تمباکو نوشی، نسوار، کیفین اور ہلکے معیار والی لپ بام یا لپ اسٹک سے پرہیز کرنا، پانی زیادہ پینا، اور ہونٹوں کو بار بار زبان سے نہ چاٹنا، اور ابتدائی علاج کے طور پر وٹامن B12 اور آئرن والی غذا (انڈہ، سبزیاں، گوشت، بیج وغیرہ) کا استعمال کرنا، ہونٹوں پر شہد اور لیموں کا ہلکا لیپ کرنا، رات کو سوتے وقت ناریل کا تیل یا ویزلین لگانا، ہونٹوں کے سیاہ پن سے نجات دلاتا ہے۔

ہونٹوں کا سرطان (Lip Cancer)

ہونٹوں کا سرطان، منہ کے سرطان (Oral Cancer) کی ایک قسم ہے۔

ہونٹوں کا سرطان بھی ایک اہم اور سنگین بیماری ہے، یہ بیماری عموماً تمباکو نوشی، نسوار، سگریٹ، پان یا دیگر تمباکو کے بے دریغ استعمال سے پیدا ہوتی ہے، لاپرواہی کی صورت میں ہونٹوں کے خلیے متاثر ہو کر سرطان میں بدل جاتے ہیں، ہونٹوں کے سرطان (LipCancer) میں ہونٹ پر گٹھلی یا سخت زخم بن جاتا ہے، ﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

☐...... 11/ربیع الآخر، (مطابق 5/اکتوبر2025ء) بروز اتوار، ادارہ غفران کا سالانہ شورائی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مقامی اور بیرونی اراکین شریک ہوئے، مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی (جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا) اور مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) تشریف لائے، معزز اراکین کے سامنے ادارہ کے مالیاتی گوشوارے بشمول شعبہ نشر واشاعت، ماہنامہ التبلیغ اور مسجد غفران کے پورے سال کے آمد وخرچ کے حسابات حسبِ سابق مرتبہ شکل میں پیش کئے گئے، معزز اراکین نے تحسین فرمائی اور آراء پیش کیں، بحمداللہ ادارہ مجموعی طور پر اپنے تمام شعبوں میں اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی پذیر ہے، اس بات پر اراکین نے اطمینان ظاہر فرمایا ’’اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ‘‘ (اجلاس ظہر تا عصر انعقاد پذیر ہوا)

☐...... 20/ربیع الآخر، بروز منگل، مفتی صاحب مدیر نے مسجدِ غفران میں اپنے ایک قدیم متعلق جناب پیرزادہ ریاض الحسنین صاحب کے بیٹے پیرزادہ انیس شاہ صاحب کا نکاحِ مسنون پڑھایا، اور 23/ربیع الآخر، بروز جمعہ مفتی صاحب مدیر کا بعض رفقائے ادارہ کے ساتھ موصوف کے ولیمہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۸ ’’ہونٹوں کے دانے، سیاہ پن اور ہونٹوں کا سرطان‘‘﴾

جوزیادہ تر نچلے ہونٹ (Lower Lip) پر ہوتا ہے، کیونکہ نیچے والا ہونٹ، تمباکو، بیرونی عوامل اور دھوپ کے زیادہ اثر میں رہتا ہے، اگر ہونٹوں پر موجود گٹھلی یا زخم کا بروقت علاج کرلیا جائے، تو یہ ٹھیک ہوجاتا ہے، بصورتِ دیگر مناسب علاج نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ علامات کینسر کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔

طبی اعتبار سے ہونٹوں کا سرطان ایک غیر معمولی خلیاتی بڑھوتری (Abnormal cell growth) ہے، جو ہونٹوں کے خلیوں میں شروع ہوتی ہے، یہ آہستہ آہستہ پھیل کر آس پاس کے ٹشوز کو نقصان پہنچاتی ہے، اور اگر علاج نہ کیا جائے تو جسم کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل سکتی ہے۔

ابتدائی علامات (Early Symptoms): ہونٹوں پر نہ بھرنے والا زخم یا کٹ پیدا ہوجاتا ہے، یا ہونٹ پر سخت یا موٹا سا حصہ بن جاتا ہے، یہ علامات عام زخم یا چھالے جیسی لگتی ہیں، لیکن ہونٹوں کے سرطان ہونے کی صورت میں یہ علامات جلدی ٹھیک نہیں ہوتیں۔

www.idaraghufran.org